عمیرہ احمد

حاصل

Women
Skills

"ایمانداری کی بات تو یہ ہے کاکا کہ آپ کو بھی اقتدار کا لالچ ہمیشہ سے اتنا ہی رہا ہے جتنا کہ مجھے تھا۔ آریانہ کے کھونے کے بعد آپ بدل گئیں ورنہ ڈونٹ ٹیل می کہ فرسٹ لیڈی بننا آپ کا سب سے بڑا خواب نہیں تھا۔" وہ سفاک ہوا تو عصرہ کی آنکھیں گلابی ہوئیں۔ جبڑا بھنچ گیا۔

"آریانہ کا نام مت لو۔ وہ میرے دل کا ٹکڑا تھی۔ اسے تم لوگوں کی سیاست نے چھین لیا اور اب میں دوبارہ فاتح کو اسی سیاست میں دھکیل دوں؟ میں تو سب کچھ چھوڑ کے امریکہ جانا چاہتی تھی' ایلش۔" وہ روہانسی ہو گئی۔ "تم مجھے کیا دوبارہ اسی دلدل میں دھکیل رہے ہو؟"

"کیا آپ آریانہ کا بدلہ نہیں لینا چاہتیں؟ کیا اس کی قربانی رائیگاں جائے گی؟" وہ زچ ہو کے بولتا چلا گیا۔ پھر یکدم چپ ہوا۔ عصرہ ٹھہر کے اسے دیکھنے لگی تھی۔

"قربانی؟ کیا مطلب؟" وہ یک لخت سیدھی ہو کے بیٹھی۔ "میری بیٹی کوئی مری نہیں ہے۔ وہ کہیں ہے۔ مجھے یقین ہے کہ وہ زندہ ہو گی۔ وہ.... وہ کسی اچھی جگہ پرورش پا رہی ہو گی۔" اس کی آواز کپکپائی۔

اکیسویں قسط

WOMEN SKILLS GROUP

آنکھ سے آنسو لڑھکا۔
"ہاں میرا بھی یہی مطلب تھا۔"
"نہیں ایش۔ تمہارا مطلب کچھ اور تھا۔" وہ بے قراری سے آگے ہوئی۔ "تم کچھ جانتے ہو آریانہ کے حادثے کے بارے میں؟ اگر جانتے ہو تو پلیز مجھے بتاؤ۔"
وہ سنجیدگی سے کہنے لگا۔ "کہ میرے واپس آبنگ سے آ ملنے کی ایک وجہ آریانہ بھی ہے۔ آپ آریانہ کی وجہ سے سیاسی زندگی سے کنارہ کش ہو چکی ہیں نا۔ تو پھر ٹھیک ہے... اب آپ "آریانہ" کی وجہ سے ہی واپس آئیں گی۔"
صبرہ کا گیلا چہرہ وہیں ساکت ہو گیا۔ آنکھوں میں بے پناہ الجھن ابھری۔
"تم مجھ سے کیا چاہتے ہو؟" اشعر اٹھا اور اس کے ساتھ صوفے پہ آ کے بیٹھا۔
"آپ کیا چاہتی ہیں؟ آریانہ کا بدلہ لینا ہے آپ کو یا نہیں؟" وہ اس کی آنکھوں میں جھانک کے بولا۔ صبرہ کا سر اثبات میں ہلا۔
"تو پھر ہفتے کی رات ہم ایک ڈنر میں شریک ہو رہے ہیں۔ اگر آبنگ اس بات پہ راضی ہوتے ہیں تو میرا ایک کیش ہو جائے گا ورنہ میں ان کے کیمپ میں پھنس جاؤں گا۔" وہ دھیمے لہجے میں بہن کو سمجھا رہا تھا۔ گہری فکریں صبرہ کے چہرے کے اتار چڑھاؤ پہ بھی تھیں۔ صبرہ کی آنکھوں میں ابھی تک الجھن تھی۔
"ہم نے آریانہ کا معاملہ اللہ پہ چھوڑ دیا تھا۔ اتنے سال بعد ہم کیسے باز پرس کریں گے؟"
"میں سمجھاتا ہوں۔" اشعر کی آنکھیں چمکیں اور وہ تیز تیز بولنے لگا۔
باہر گھاس پہ سستاتے ہرن خالی بے تاثر آنکھوں سے قلعے کی روشن کھڑکیوں کو دیکھے جا رہے تھے۔

☆☆☆

رات گہری ہوتی جا رہی تھی۔ بہت سے دفتر میں کام ابھی تک جاری تھا۔ ایسی ہی ایک اونچی عمارت کے ایک فلور میں سفید بتیاں روشن تھیں البتہ کچھ کمرے اندھیرے میں ڈوب چکے تھے۔ بہت سے ملازمین اپنے کمرے لاک کر کے اٹھ چکے تھے اور کچھ ابھی تک کام کر رہے تھے۔
شیشے کے دروازے کے پیچھے ایک کمرہ روشن دکھائی دے رہا تھا۔ ایڈم نے دروازے پہ دستک دی تو اندر فائلوں میں الجھے شخص نے سر اٹھایا۔ پھر ایڈم کو دیکھ کے مسکرایا۔ آستین چڑھائے ٹائی ڈھیلی کیے وہ سارے دن کا تھکا ہارا لگتا تھا۔ مگر خوش دلی سے بولا۔
"آؤ ایڈم۔ اندر آ جاؤ۔" وہ اٹھ کھڑا ہوا۔
ایڈم سادہ پینٹ شرٹ میں ملبوس ازلی معصومیت چہرے پہ سجائے اندر داخل ہوا۔ شرما کے مسکراتے ہوئے ہاتھ ملایا۔
"تمہارا کام بہت مشکل تھا ایڈم۔ مگر پتا ساتھ ہے اس لیے میں نے کر دیا ہے۔"
نوجوان نے جھک کے دراز کھولا اور ایک فائل نکال کے اس کے سامنے رکھی۔ ایڈم جلدی سے کرسی کھینچ کے بیٹھا اور فائل کھولی۔ پہلے صفحے پہ ہی ابن سلام نامی اس آدمی کی تصویر لگی تھی جو ہوٹل کے اس کمرے میں رہائش پذیر تھا۔
"تو پھر کون نکلا یہ آدمی؟ کوئی کرمنل؟ کوئی مافیا کا بندہ؟ یا جاسوس؟" ایڈم نے دھڑکتے دل سے پوچھا۔
اس کا سرکاری ایجنسی کا آفیسر دوست ہاتھ باہم پھنسائے آگے ہوا اور سنجیدگی سے بولا۔
"ایڈم... یہ کوئی مجرم یا برا آدمی نہیں ہے۔ یہ بالکل کلین ہے۔ ایک نوکری پیشہ اچھی شہرت والا وکیل ہے جو ہانگ کانگ میں ایک لاء فرم کے ساتھ کام کرتا ہے۔ اس کے ماں باپ ملاکہ میں رہتے ہیں۔ ان سے ملنے آتا ہے۔ بیوی بچے ہانگ کانگ میں ہی ہوتے ہیں۔"

ایڈم نے سنجیدگی سے سر ہلایا۔ فائل میں کچھ تفصیلات اس شخص کی نیک نامی کی گواہی دے رہی تھیں۔
"یہ تو اتنا کلین ہے کہ ایک پارکنگ ٹکٹ تک نہیں ہے اس کے ریکارڈ پہ۔ تم اس کی تحقیق کیوں کر رہے ہو؟"
"کچھ تو ہے اس کے بارے میں۔ کچھ تو ہوتا ہے۔" وہ بے چینی سے سر ہلانے لگا۔ [illegible] ہر طرف سے کسی جذبات نے اس پہ حملہ کر دیا تھا۔
"کچھ پتا تو نہیں چل پایا... [illegible] ہے۔ وکیل ہے۔ محنت مزدوری کرتا ہے۔ اپنے ماں باپ کے لیے وہاں سے [illegible] تھے [illegible] ہی تھے۔ [illegible] اب تو یہ [illegible] بھی جائے گا۔"
ایڈم ایک دم چہرہ اٹھا کے اسے دیکھنے لگا۔
"ہاں۔ وہاں اس کے کمرے میں مجھے بھی پتا ہے۔"
"تم اس کے کمرے تک پہنچ گئے؟"
"ایک منٹ ایک منٹ۔" وہ چونک گیا۔ "وہ اتنے دن سے یہاں ہے۔ اس نے اب تک ماں باپ کو [illegible] وہ ہوٹل میں کیوں رہتا ہے۔ ان کے پاس کیوں نہیں ٹھہرا؟"
"ہاں میں نے پتا کروایا تھا۔ وہ مجھے [illegible] ان کے گھر تک وہ گیا تھا مگر وہ شاید وہاں [illegible] دروازہ نہیں کھولا۔"
"تو کیا اس کا ماں باپ سے فون پہ رابطہ تک نہیں ہے؟ کم آن باہر سے آنے والا بیٹا کال کیے بغیر کب گھر آتا ہے؟"
"کہہ رہا ہوں نا معلوم کیا تھا میں نے۔ مجھے وہاں کا کہنا ہے کہ اس کی ماں باپ سے کوئی ناراضی چل رہی ہے۔"

ایڈم ایک دم جوش سے سیدھا ہوا۔ چہرہ چمک اٹھا۔ "تو وہ اس کے لیے دروازہ نہیں کھولتے۔"
"ایڈم گھروں میں سو طرح کے مسئلے ہو جاتے ہیں۔ اس سے وہ مجرم نہیں بن جاتا۔ ایک عام سا آدمی [illegible] بات ہے جو ماں باپ کو منانے کے لیے یہاں آ بیٹھا ہے۔"
"چلو... کچھ تو بات ہو گی۔" ایڈم خوشی خوشی فائل لپیٹنے لگا۔ [illegible]
[illegible]

☆☆☆

[illegible]

عصرہ کو دیکھا' پھر نظر انداز کر کے ٹائی کے بل دیتا رہا۔
عصرہ نے شب خوابی کا لباس پہن رکھا تھا اور آنکھیں رتجگے کے باعث گلابی تھیں۔
وہ چپ چاپ اس کے کندھے کے پیچھے آ کھڑی ہوئی۔ فاتح نے ٹائی کسی اور کف لنک اٹھانے کے لیے جھکتے ہوئے بولا۔
"میں اس بارے میں بات نہیں کرنا چاہتا۔"
وہ فائل والی بات کی طرف اشارہ کررہا تھا۔
"فاتح میں تمہاری کیمپین میں تمہارا ساتھ دوں گی۔" وہ آئینے میں فاتح کا چہرہ دیکھ کے بولی تو وہ وہیں ٹھہر گیا۔ پھر کف لنک بھول کے سیدھا ہوا اور حیرت سے اس کی طرف گھوما۔
"ساتھ دو گی مطلب؟"
"میں تمہارے ساتھ..... کیمپین چلاؤں گی۔"
وہ سنجیدگی سے کہہ رہی تھی۔
"جہاں کہو گے چلوں گی۔ ریلی میں' دعوتوں پہ' فنڈ ریزنگ پہ۔ ہر جگہ سیاسی بیوی کا رول پلے کروں گی۔ بچے اور میں امریکہ نہیں جائیں گے۔ ہم تمہارے ساتھ کھڑے ہوں گے۔ اشعر بھی تمہارے ساتھ ہوگا۔ میں رات اس سے ملی اور میں نے اسے راضی کرلیا ہے۔ اس نے فنڈز کے لیے چیک بھی کاٹ دیا ہے۔ وہ کیمپین کو فنڈ کرے گا۔" پھر چپ ہوئی۔ دونوں سنگھار میز کے ساتھ آمنے سامنے کھڑے تھے۔
"مجھے کیوں لگ رہا ہے کہ تم کسی لیکن کی طرف جارہی ہو۔" اسے دیکھتے ہوئے کف لنک اٹھایا۔
"لیکن....." وہ زور دے کر بولی۔ نظریں فاتح کی آنکھوں پہ جمی تھیں۔ "تم ہمارے درمیان سے آریانہ کی پھانس نکالو گے۔"
فاتح کے ابرو تعجب سے اکٹھے ہوئے۔ کف کا بٹن بند کرتے ہوئے وہ بولا۔ "یعنی؟"
"میری صرف ایک شرط ہے اور اگر تم اس کو مان لو تو میں تمہارے ساتھ ہوں۔ پلیز فاتح میری پوری بات سن لو۔"
"مجھے منظور ہے۔ جو بھی ہے۔" اس نے کف لنک رکھے اور نرمی سے اس کے کندھوں پہ ہاتھ رکھتے ہوئے بولا۔ "عصرہ مجھے کوئی بات اس سے زیادہ خوشی نہیں دے سکتی کہ تم میری جدوجہد میں میرے ساتھ کھڑی ہو۔"
"مگر پہلے میری بات تو سن لو۔" وہ ملتجی انداز میں بولی اور پھر اشعر کے الفاظ دہرا دیے۔ وہ تحمل سے سنتا رہا۔
"اس کی ضرورت نہیں ہے ویسے۔ اتنے سال بعد اس سب کو....." مگر عصرہ کے تاثرات دیکھ کے گہری سانس لی۔ "اوکے۔ میں ایسا ہی کروں گا۔ ڈن۔" اس نے ہتھیار ڈال دیے۔
عصرہ کی آنکھیں بھیگ گئیں۔ وہ مسکرادی۔
"ٹھیک ہے۔ پھر میں اور ایلش تمہارے ساتھ ہیں۔"
وان فاتح کے کندھوں سے بوجھ سا اتر گیا۔ سارے مسئلے جیسے حل ہوتے جارہے تھے۔

☆☆☆

آج تالیہ گھر نہیں آئی تھی۔ وہ آفس آیا تو وہ اسے دروازے پہ ملی۔ اسے دیکھ کے لمحے بھر کے لیے تو وہ چونک گیا پھر سر سے پیر تک اس کا جائزہ لیا۔
وہ سیاہ اسکرٹ کے اوپر سفید منی کوٹ میں ملبوس تھی۔ بالوں کا باوقار جوڑا بنائے' گردن میں موتیوں کی لڑی پہنے' اسٹول سر پہ جمائے اور سامنے مفلر کی طرح بکل مارے' وہ اونچے عہدے پہ فائز ملے کاروباری یا سیاسی عورتوں کی طرح لگ رہی تھی۔
اسے دیکھ کر وہ مسکرادی اور اس کے پیچھے آفس میں چلی آئی۔ وہ اپنی کرسی پہ بیٹھا تو تالیہ نے میز پہ چیک اس کے سامنے رکھا۔ فاتح چیک اٹھا کے مسکرایا۔
"ہاں مجھے عصرہ نے بتایا ہے کہ اس نے اشعر کو فنڈنگ کے لیے راضی کرلیا ہے۔"
وہ جو بہت جوش سے کہنے لگی تھی' اس بات پہ مسکراہٹ پھیکی ہوئی۔ گم صم سی ہو کے فاتح کو دیکھنے لگی۔

"اشعر نے اپنے لیے اچھا فیصلہ کیا۔ اس کے پاس اور کوئی چوائس نہیں تھی۔ یہ چیک فنانس میں دے دو۔" وہ بے نیاز اور مطمئن سا کندھے اچکا کے کہہ رہا تھا اور تالیہ کا چہرہ بجھ سا گیا تھا۔ خاموشی سے چیک اٹھایا تو وہ بولا۔
"یہ چیک کب بھیجا اس نے؟"
"کل شام میں' سر۔" وہ بے دلی سے کہہ کے مڑنے لگی۔
"تو تم مجھے نہیں بتاؤ گی کہ اسے عصرہ نے نہیں تم نے کنوینس کیا تھا؟" تالیہ بے یقینی سے واپس مڑی۔ وہ مسکرا کے ٹیک لگائے اسے دیکھ رہا تھا۔ اس کی سمجھ میں نہیں آیا کہ وہ کیا کرے۔
"آپ کو..... کیسے پتا؟"
"کیونکہ یہ چیک دو دن پہلے کاٹا گیا ہے۔ اور تمہیں یہ شام کو ملا ہے جبکہ عصرہ اور اشعر رات میں ملے تھے۔ اور میں ان دونوں کو اچھے سے جانتا ہوں۔ اشعر' عصرہ کو کنوینس کرسکتا ہے' وہ اشعر کو نہیں۔ اور پھر تم نے کہا تھا کہ تم میرا فنڈنگ کا مسئلہ حل کرو گی تو مجھے تمہاری شکل دیکھتے ہی معلوم ہوگیا تھا کہ تم یہاں مجھے اپنی ڈیل یاد کروانے آئی ہو۔ سو بولو..... کیا چاہیے تمہیں؟"
وہ قلم کو انگلیوں میں گھماتا کہہ رہا تھا اور اس کے لب خود بخود مسکراہٹ میں ڈھل گئے۔
"بول دوں' سر؟"
فاتح نے اثبات میں گردن ہلائی۔ "میک آوش"
وہ الفاظ نشتر کی طرح دل میں پیوست ہوئے۔ بہت سے آنسو بھی گلے میں جمع ہوئے مگر وہ مسکرادی وہ واپس اس کے سامنے آ کھڑی ہوئی۔
"میں آج سے آپ کی باڈی وومن کے ساتھ ساتھ آپ کی پولیٹیکل سیکرٹری اور کیمپین مینیجر بھی ہوں گی۔"
"یعنی میری چیف آف اسٹاف؟"
"بالکل سر۔ میں آپ کے لیے کام کرنے والے تمام عملے کی چیف ہوں گی۔ میرا خیال ہے میں نے یہ پوزیشن ارن کی ہے۔"
گردن اکڑا کے بولی تو وہ مسکرادیا۔ سوٹ پہنے' بالوں کو جیل سے دائیں طرف جمائے' وہ نکھرا نکھرا اور تازہ دم لگ رہا تھا۔
"شیور۔ اپنا اپائنٹمنٹ لیٹر بنالاؤ' میں دستخط کردوں گا۔" وہ راضی تھا۔ مطمئن تھا۔ نرم پڑ چکا تھا۔
"اور سر..... اشعر صاحب ایک پارٹی پہ آپ کو لے جانا چاہتے ہیں....."
جہاں مجھے وہاں اشعر اور عصرہ کی تشفی کے لیے کچھ کرنا ہوگا۔" وہ سر جھٹکتے ہوئے فائلز کی طرف متوجہ ہوا تو وہ چونکی۔
"کیا کرنا ہوگا؟"
"اٹس اے فیملی تھنگ' تاشہ۔" شائستگی سے اسے اس کے مقام کا احساس دلایا اور فائل کھول لی۔ وہ ذرا پھیکی پڑی۔ ظاہر ہے وہ اس کی فیملی کا حصہ نہ تھی۔ بس چپ چاپ مڑ گئی۔
قریبا ایک گھنٹے بعد وہ پوری تمکنت سے عثمان کی کرسی پہ بیٹھی اپنے سامنے رکھی فائلز کا موازنہ کررہی تھی۔ یہ اسٹاف کا اعمال نامہ تھا جو اس نے ان سارے دنوں میں جمع کیا تھا۔
(طاقت تب مضبوط ہوتی ہے جب اس کا اظہار کیا جائے۔) مراد راجہ کے الفاظ اس کی سماعتوں میں آج بھی گونجتے تھے۔
پھر وہ ایک کاغذ لے کر اٹھی اور باہر ہال میں آئی۔
ہال میں قطاروں کی صورت آفس کیبن بنے تھے..
کی بورڈز کے کھڑکنے کی آوازیں.....فون کی گھنٹیوں کا شور.....
ہر طرف لوگ فائلوں اور لیپ ٹاپس میں سر دیے بیٹھے تھے۔
تالیہ ہال کے سرے پہ کھڑی تھی...اس نے

چہرے پہ غصہ طاری کر رکھا تھا۔
اور سیدھ میں دیکھ رہی تھی... ہال کے آخری سرے کی طرف جہاں کیبن ختم ہوتے تھے۔
آخری کیبن میں ایک لڑکی سر جھکائے کام کرتی نظر آرہی تھی۔
اس لڑکی کو نگاہوں میں رکھے تالیہ قدم قدم چلنے لگی۔
فائلیں اٹھائے آگے پیچھے جاتے لوگ ہٹ ہٹ کے اس کو راستہ دینے لگے۔
وہ ماتھے پہ بل ڈالے تیز تیز چلتی' اس لڑکی کے سر پہ آرکی۔
کیبن کی دیوار چھوٹی تھی۔ اندر بیٹھی لڑکی چونک کے اسے دیکھنے لگی۔
"میں آپ کو نوکری سے فارغ کرتی ہوں۔ ایک باکس میں اپنا سامان ڈالیں اور رخصت ہو جائیں۔ اور یہ... یہ آپ کا ٹرمینیشن لیٹر ہے!"
اس نے ایک لفافہ لڑکی کی طرف اچھالا۔
وہ لڑکی ہکا بکا سی اٹھ گئی۔ اردگرد کے لوگ بھی گردنیں نکال نکال کے دیکھنے لگے۔
"مگر..... پے تالیہ..... میرا قصور کیا ہے۔"
"آپ چھٹیاں بہت کرتی ہیں۔ آپ کو دو دفعہ زبانی اور دو دفعہ تحریری نوٹس جا چکا ہے جبکہ آفس کے قوانین کے مطابق دو زبانی اور ایک تحریری نوٹس کے بعد ٹرمینیشن لازم ہو جاتی ہے۔ آپ کو عثمان نے زیادہ مواقع دیے ہیں مگر میں عثمان نہیں ہوں۔" بلند آواز میں وہ تمکنت سے کہہ رہی تھی۔ سب دم سادھے سن رہے تھے۔
"میں وان فاتح کی چیف آف اسٹاف تالیہ بنت مراد ہوں۔ میرے الفاظ یہاں حرف آخر ہوں گے۔ میری وارننگ حتمی ہوگی۔ جو کام نہیں کرے گا وہ یہاں نہیں رہے گا۔ اور جو فاتح صاحب کے ساتھ مخلص ہو کے کام کرے گا' صرف وہی یہاں رہے گا۔ آپ فنانس سے اپنے ڈیوز لے لیں اور شام تک یہ سیٹ خالی کر دیں۔ میں آپ کی پورے مہینے کی تنخواہ ایشو کروا رہی ہوں۔"
اس لڑکی نے سرخ پڑتے چہرے کے ساتھ پھٹی پھٹی نظروں سے تالیہ کو دیکھا۔
"یو کانٹ فائر می!"
"اوپس! آئی جسٹ ڈڈ" وہ سنجیدگی سے کہہ کے پلٹ گئی۔
کیبن کے درمیانی راستے سے گزرتی وہ سیدھ میں آگے بڑھتی گئی اور سب اسے خاموشی سے جاتے دیکھتے رہے۔ یہ چال' یہ اٹھی گردن' یہ حکمیہ لہجہ..... جو پیغام وہ دینا چاہتی تھی' وہ سب تک بخوبی پہنچ چکا تھا۔
تالیہ مراد اب ان کی باس تھی اور اس کی بات نہ ماننے کا انجام یہاں سے بے دخل ہو جانا تھا۔

☆☆☆

اشعر تھوڑی دیر کے لیے اپنے آفس میں آیا تھا جب اس نے رملی سے سارا واقعہ سنا۔ لبوں پہ طنزیہ مسکراہٹ بکھر گئی۔ مگر بولا کچھ نہیں۔ چپ چاپ باہر چلا گیا۔
نیچے عمارت کے سامنے کھڑی اپنی کار میں بیٹھتے ہوئے اس نے عثمان کو کال ملائی۔
"میں نے تمہیں منع کیا تھا کہ تم وان فاتح کے کسی دشمن سے جا کے نہیں ملو گے' لیکن اب میں تمہیں حکم دے رہا ہوں کہ تم وان فاتح کی سب سے بڑی دشمن کے پاس جاؤ گے۔ میٹنگ میں ارینج کروا دوں گا۔ تم نے بس ان سے وہ کہنا ہے جو میں تمہیں بتانے جا رہا ہوں۔"
وہ اندر بیٹھ گیا تو رملی نے دروازہ بند کر دیا۔ چمکتی سیاہ کار کے سیاہ شیشے اندر کا منظر ڈھانپ گئے اور ان کے اوپر اونچی عمارت اور آسمان کا عکس نظر آنے لگا۔

☆☆☆

کے ایل پہ وہ رات گہری سیاہ ہوتی چلی گئی تو بادل یکا یک بوجھل ہو کے برسنے لگے۔ تالیہ کے گھر پہنچنے تک بارش تیز ہو چکی تھی۔ وہ پورچ میں کار روک کے باہر نکلی تو برآمدے کے زینوں پہ ایڈم کو بیٹھے

دیکھا۔ وہ ہاتھوں پہ چہرہ ٹکائے جانے کب سے منتظر بیٹھا تھا۔ اسے دیکھ کے وہ مسکرا دی اور دروازہ بند کر کے اس کی طرف آئی۔
"تم ملاکہ سے کب آئے؟"
"جب سارا دن اس آدمی کی فوٹیجز دیکھ دیکھ کے تھک گیا تو آ گیا۔" وہ کھڑا ہو گیا۔ تالیہ چابی سے دروازہ کھولنے لگی۔ ایڈم ساتھ ہی اسے اپنے دوست سے ملی معلومات سے آگاہ کیے جا رہا تھا۔ وہ مسکراہٹ دبائے سنتی گئی۔
"تم خوامخواہ اس بے چارے کے پیچھے پڑے ہو۔"
تھوڑی دیر بعد وہ لاؤنج کے صوفے پہ بیٹھا تھا اور تالیہ کچن میں کھڑی کافی کا پانی رکھ رہی تھی۔ اس کی بات پہ وہ جل سا گیا۔
"کم از کم آپ تو ظالم سماج جیسی باتیں نہ کریں۔"
"میں تو ہمیشہ سے ہی ظالم شہزادی مشہور تھی۔" شہزادی نے کندھے اچکائے۔ اب وہ رمبوتان (پھل) ٹوکری میں نکال رہی تھی۔
"نوکری کیسی جا رہی ہے؟ کتنوں کے داہنے ہاتھ کٹوا دیے؟"
"آج پہلی ٹرمینیشن کی ہے۔ دل کو سکون سا مل گیا۔"
"یا اللہ۔ کس غریب کی نوکری چھینی ہے آپ نے؟"
"وہ یہ ڈیزرو کرتی تھی اور ویسے بھی کسی نہ کسی کو تو فائر کرنا تھا۔ سب کو پیغام بھی تو دینا ہوتا ہے نا کہ نیا باس آ چکا ہے۔" وہ وہیں کھڑی سادگی سے بتاتی پھل پلیٹ میں سجا رہی تھی۔
"آؤچ۔ سیاست بڑی گندی چیز ہے پھر تو۔"
"تمہاری سوچ سے بھی زیادہ گندی۔" اس نے ٹرے میں پلیٹیں سجائیں اور اسے لیے سامنے لاؤنج میں آئی۔ ٹرے میز پہ رکھی تو ایڈم نے فوراً ہاتھ بڑھایا مگر تالیہ نے پلیٹ اٹھالی اور صوفے پہ بیٹھتے ہوئے اسے گود میں رکھ لیا۔
"میں سارے دن کی تھکی ہاری آئی ہوں۔ یہ میرے ہیں۔ فریج میں مزید پھل پڑے ہیں۔ اپنے لیے خود لے کر آؤ۔" اور ابرو اچکا کے ایک ادا سے کھانے لگی۔ ایڈم نے بھنویں بھینچ کے خفگی سے اسے دیکھا۔
"قدر کیا کریں میری۔ میں نہ ہوتا تو آج ملائیشاء کے اسکولز میں آپ کے جھوٹے سچے کارناموں کی کتاب نہ پڑھائی جاتی۔"
تالیہ نے بس ناک سکوڑا اور پھل کھاتی رہی۔ پھر ایڈم سنجیدہ ہوا۔
"آپ نے جلدی میں بتایا ہی نہیں اس دن کہ ذوالکفلی نے کیا کہا؟"
تالیہ نے بس یہی بتایا تھا کہ وہ آدمی ذوالکفلی تھا اور اس نے اسے تین سوال دیے تھے۔ تفصیل نہیں بتا سکی تھی۔ وہ دونوں اس روز کے بعد آج مل رہے تھے۔
"وقت کے تین سوال ہیں جن کا جواب اگر وان فاتح معلوم کر کے بجھ جائیں تو ان کی یادداشت واپس آ سکتی ہے مگر وہ بہت عجیب سوال ہیں۔"
"تو پھر ہم اسکالرز کے پاس جائیں گے' لائبریریز کھنگالیں گے' کچھ بھی کریں گے مگر جواب ڈھونڈیں گے۔ آپ مجھے وہ سوال لکھوائیں۔" وہ بہت امید سے کہتا جلدی سے قلم کاغذ سنبھال کے بیٹھ گیا۔ سامنے صوفے پہ پیر اوپر کر کے بیٹھی تالیہ نے تینوں سوال دہرا دیے۔ ایڈم نے انہیں نہیں لکھا۔ بس ٹکر ٹکر تالیہ کو دیکھنے لگ گیا۔ اسے ایڈم کے ساتھ ہمدردی ہوئی۔
"کہا تھا نا' بہت عجیب سوال ہیں۔ کہاں سے ڈھونڈیں گے جواب۔"
"سیریسلی بے تالیہ۔ آپ کتابیں نہیں پڑھتیں کیا؟" اس نے قلم بند کر کے پرے ڈال دیا تو وہ یکدم سیدھی ہوئی۔ آنکھوں میں بے یقینی اتری۔
"تمہیں ان کے جواب آتے ہیں؟"

"بس کو نہیں آتے؟ یہ تو تالستائی کی کہانی سے اخذ شدہ ہیں۔"

"تو مجھے بتاؤ نا۔ کیا جواب ہے ان کا۔"

"پہلے!" اس نے مسکرا کے پھل سے بھری پلیٹ کی طرف اشارہ کیا۔ تالیہ نے منہ بنا کے پلیٹ میز پہ رکھی اور انگلی سے پرے دھکیلی۔ "اب بولنا شروع کرو ایڈم۔"

ایڈم بن محمد نے ایک رمبوتان اٹھایا' مزے سے دانت گاڑے' تھوڑی دیر چبایا اور گویا ہوا۔ "ایک بادشاہ یہ تین سوال ہر ایک سے پوچھتا تھا کہ کسی کام کا سب سے اہم وقت کون سا ہوتا ہے؟ انسان کی زندگی کا سب سے اہم کام کون سا ہوتا ہے؟ اور انسان کی زندگی میں سب سے اہم شخص کون ہوتا ہے۔"

وہ پھر سے پھل کھانے کے لیے رکا تو وہ بے قراری سے بولی۔ "ایڈم لمبا قصہ نہ سناؤ' بس جواب بتاؤ۔"

"صبر' شہزادی صاحبہ۔ صبر۔" اس نے مزے سے پھل چباتے ہوئے کہا۔ پلیٹ اب اپنے گھٹنوں پہ رکھ لی تھی۔ "آپ کو پوری کہانی سننی پڑے گی۔ اگر آپ کتابیں پڑھتی ہوتیں تو یہ دن نہیں نہ دیکھنا پڑتا' خیر.... ایک بادشاہ یہ سوال سب سے پوچھا کرتا تھا مگر کوئی اسے تسلی بخش جواب نہ دے پاتا۔ پھر کسی نے اسے ایک درویش کا بتایا جو علم و دانائی سے مالا مال تھا۔ بادشاہ بھیس بدل کے اس کے پاس گیا' ویسے اس زمانے میں بادشاہ کتنے مزے سے بھیس بدل لیتے تھے۔ آج کل تو...."

"آگے ایڈم' آگے۔" اس نے دانت پیسے۔

"اچھا.... اچھا۔" ایڈم نے لاشعوری طور پہ دایاں ہاتھ ذرا اوپر کر لیا اور قصہ سنانے لگا۔

"بادشاہ درویش کے پاس گیا تو دیکھا وہ اپنی جھونپڑی کے سامنے گڑھے کھود رہا ہے۔ ساتھ پودے بھی رکھے ہیں۔ بادشاہ نے اس سے وہ سوال پوچھے تو وہ چپ رہا۔ بادشاہ بھی اس کے ساتھ کام کروانے لگا۔ دونوں نے پودے لگا لیے تو جھاڑیوں سے کراہنے کی آواز آئی۔

دیکھا تو ایک آدمی زخمی ہوا پڑا ہے۔ بادشاہ فوراً اس کو اٹھا لایا اور قریب چھپے اپنے سپاہیوں کو بلا لیا۔ وہ فوراً آئے اور زخمی کی مرہم پٹی کی۔"

اس نے رک کے ایک پھانک منہ میں رکھی اور تالیہ نے بہت تحمل سے اسے کھاتے دیکھا۔

"زخمی نے بتایا کہ اس کے بھائی کو بادشاہ نے پھانسی دلوائی تھی اور وہ بادشاہ کو بھیس بدل کے جاتے دیکھ کے اسے قتل کرنے کی نیت سے آیا تھا مگر راستے میں سپاہیوں نے اس پہ حملہ کر دیا' اور اب بادشاہ کی رحم دلی دیکھ کے وہ سخت شرمسار ہے۔ بادشاہ کو اس پہ ترس آ گیا اور اسے نہ صرف معاف کر دیا بلکہ شاہی طبیب کے ساتھ روانہ کر دیا۔

پھر درویش سے سوالوں کے جواب پوچھے تو درویش بولا کہ وہ تو آپ کو پہلے ہی مل چکے ہیں۔ بادشاہ بہت حیران ہوا اور بولا کہ میں نہیں سمجھا۔ تب درویش نے بتایا کہ اگر تم میری کمزوری پہ ترس کھا کے میری مدد کرنے نہ رک جاتے تو وہ آدمی جو تمہاری گھات میں بیٹھا تھا' تمہیں گھائل کر دیتا اور تم میرے ساتھ نہ ٹھہرنے پہ پچھتاتے۔

"اس وقت تمہارا سب سے اہم کام میری مدد کرنا تھا۔ اس کام کا سب سے اہم وقت "اسی وقت" تھا اور میں تمہارے لیے سب سے اہم شخص تھا۔ پھر جب وہ زخمی آیا تو اس کے زخم صاف کرنا اسی وقت ضروری تھا۔ اور وہ تمہارے لیے سب سے اہم کام اور سب سے اہم شخص بن گیا۔ اس لیے اے بادشاہ یاد رکھو کہ کوئی بھی کام کرنے کا سب سے اہم وقت "اب" ہوتا ہے۔ ناؤ۔ ابھی اسی وقت۔ کیونکہ ہمارے پاس اپنے "حال" میں سب سے زیادہ طاقت ہوتی ہے۔ مستقبل کا کوئی بھروسہ نہیں۔

"اسی طرح سب سے اہم شخص وہ ہوتا ہے جو اس وقت تمہارے ساتھ ہے۔ چاہے وہ جو بھی ہو۔ زندگی کے اس حالیہ فیز میں جو ہمارے ساتھ ہے وہی سب سے اہم ہے۔ ماضی میں بچھڑے لوگوں کا غم اور مستقبل میں ملنے والے لوگوں کی تمنا غیر اہم ہے۔

"اور سب سے اہم کام اس موجودہ اہم شخص کے ساتھ بھلائی کرنا ہے۔ کیونکہ انسان کو دنیا میں اسی لیے بھیجا گیا ہے کہ جو اس کے ساتھ ہے' اس سے وہ بھلائی کرے۔"

وہ یک ٹک سن رہی تھی اور ایڈم بولے جا رہا تھا وہ بالکل چپ تھی۔

"تو بچے تالیہ.... بات بس اتنی سی ہے کہ وقت کے ان تینوں سوالوں کا جواب "حال" میں پوشیدہ ہے۔ انسان کو ہر کام کل پہ ٹالنے کے بجائے بروقت شروع کرنا چاہیے۔ اور اصل وقت "اب" ہوتا ہے۔ مستقبل کے خیالی پلاؤ بنانا غلط ہے۔ خوابوں کے لیے آج سے محنت شروع کر دینی چاہیے۔

اور اہم شخص وہ ہے جو زندگی کے حالیہ فیز میں ہمارے ساتھ ہے۔ کوئی کولیگ' یا گھر والے' یا ہاسٹل کے ساتھی' یا میاں بیوی.... اس شخص کو ہر ایک سے زیادہ اہم رکھنا ہے ہم نے اور اس کے ساتھ بھلائی کرنا اور اس کا خیال کرنا' اس سے وفا نبھانا ہماری اولین ترجیح ہونی چاہیے۔ جس دن وان فاتح یہ بات سمجھ جائیں گے وقت ان کو ان کی یادیں لوٹا دے گا۔"

مگر وہ بالکل کھوئی کھوئی سی دور خلا میں دیکھ رہی تھی۔

"میں جب ایئر پورٹ پہ تھی.... سات سال پہلے.... تو میں نے ایک سوال کا جواب پا لیا تھا۔" وہ کھوئے کھوئے سے انداز میں بولی۔

"مجھے میرے منہ بولے دادا کی خدمت کے عوض ان کی جائیداد سے پھوٹی کوڑی بھی نہیں ملی تھی جس کی مجھے امید تھی۔ وہ میرا [illegible] مستقبل تھا۔ مجھے اپنے اصلی ماں باپ کے ملنے کی بھی امید تھی جو میرا مستقبل تھے۔ مگر جب میری شادی ہوئی ایڈم تو میں نے ایئر پورٹ پہ آ کے ملائیشیا میں قدم رکھتے ہوئے یہ ایک فیصلہ کر لیا تھا۔ کہ میں ماضی اور مستقبل کے غم اور [illegible] بھلا کے صرف اس شخص کو اہم جانوں گی جو اس وقت میرے ساتھ موجود ہے۔ میرا شوہر سمیع۔"

"مگر بعد میں سمیع نے جو آپ کے ساتھ کیا' اس کے بعد آپ نے صرف مستقبل کا سوچنا کیا۔ کبھی پلاننگ' دولت کمانا' ہر شے مستقبل کے لیے تھی۔ حال پہ غور نہیں کیا۔ ہے نا۔"

تالیہ نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ پھر چونک کے اسے دیکھا۔

"مگر ہم.... کیسے وان فاتح کو ان تین سوالوں کے جوابات سمجھائیں ایڈم؟" وہ بے چین ہوئی۔

"یہ ان کی اپنی جدوجہد ہے' بچے تالیہ۔ ہم چاہیں بھی تو کچھ نہیں کر سکتے۔"

"لیٹ اٹ ہیپن نیچرلی۔"

اس کی بات نے فضا میں اداسیاں گھول دی تھیں۔ رمبوتان کی پلیٹ اب دونوں کے درمیان میز پہ دھری تھی اور وہ اس کے دونوں اطراف میں چپ چاپ بیٹھے اپنی اپنی سوچوں میں گم تھے۔

☆☆☆

ایسی ہی ایک خالی سڑک تھی جو شہر کے حفاظتی زون میں واقع تھی۔ اسٹریٹ پولز اس خوبصورت اور کھلی سڑک کو روشن کیے ہوئے تھے۔

وہاں قطار میں تین لمبی لمبی گاڑیاں کھڑی تھیں جن کے سیاہ شیشے سڑک کا عکس دکھا رہے تھے۔ ایسے میں ایک کار کا دروازہ کھلا اور باہر کھڑا عثمان کھنکھارتا ہوا اندر بیٹھا۔ سلائیڈنگ ڈور بند کر دیا گیا اور کار کے اندر کی مدھم سی روشنی ہو گئی۔

اندر سٹنگ روم کی طرح آمنے سامنے نشستیں لگی تھیں۔ صوفے کے ساتھ سوٹ میں ملبوس ایک آدمی بیٹھا تھا جو غالباً اس کا چیف آف اسٹاف تھا۔

"ملاقات کے لیے شکریہ' عزت مآب!" عثمان نے سینے پہ ہاتھ رکھ کے سر کو جھکایا۔

"جو بھی کہنا ہے پانچ منٹ سے زیادہ مت لینا۔ [illegible] راستے [illegible] کے بارے میں [illegible] بھی بہت خراب ہے۔"

عثمان نے نظریں اٹھا کے اسے دیکھا۔ اور گہری

سانس لی۔

"میں یہاں وان فاتح کے خلاف زہر اگلنے نہیں آیا۔ میں ان کا وفادار ملازم رہا ہوں اور کسی بھی قیمت پہ میں ان سے غداری نہیں کروں گا۔"

"واؤ۔" صوفیہ نے نزاکت سے اسے دیکھا۔ "تو پھر تم نے مجھ سے ملنے پہ اصرار کیوں کیا؟"

"کیونکہ میں اپنے ملک کو بچانا چاہتا ہوں۔"

"کس سے؟" اس نے ابرو اٹھائے۔

عثمان نے کوٹ کی جیب سے ایک فائل نکالی اور اس کے سامنے کی۔ صوفیہ نے ایک گہری نظر اس پہ ڈالتے ہوئے فائل گھٹنوں پہ رکھی اور کھولی۔ سامنے تالیہ کی تصویر جگمگا رہی تھی۔

"ہوں۔ یہ تو تمہارے ایکس باس کی نئی چیف آف اسٹاف ہے نا۔"

"یہ لڑکی فراڈ ہے۔ اس فائل میں اس کے شوہر کا پتا بھی لکھا ہے جو اس وقت جیل میں ہے۔ یہ چند سال پہلے جب کے ایل آئی تھی تو ایک غریب لڑکی تھی۔ اب اس نے دولت بنالی ہے اور یہ وان فاتح کے قریب ہو گئی ہے۔ یوں میں تو اپنے باس کو اس سے بچانا چاہتا ہوں۔"

صوفیہ رحمن نے فائل بند کر کے لاپروائی سے اپنے چیف آف اسٹاف کو تھمادی۔

"مجھے دلچسپی نہیں ہے۔ تم جاسکتے ہو۔"

عثمان کو اشعر نے اس جواب کے لیے تیار رہنے کا کہا تھا۔ وہ سلام کرتا خاموشی سے نیچے اتر آیا۔ دروازہ بند ہوتے ہی صوفیہ نے گردن موڑ کے اپنے چیف آف اسٹاف کو دیکھا اور سوچتے ہوئے بولی۔

"اتنی تیزی سے ترقی کرنے والی خوبصورت لڑکیاں یا کرمنل ہوتی ہیں یا کال گرلز۔ اگر وان فاتح کی چیف آف اسٹاف ان دونوں میں سے ایک نکلے تو یہ بہت بڑا اسکینڈل ہوگا' ہے نا۔"

اس کا ملازم مسکرایا اور سر کو خم دیا۔

تم یہ فائل کل صبح کے ایل کے سب سے ایماندار پراسیکیوٹر کو دے دو۔ کل سے ہم....." جھک کے فائل پہ نام دیکھا۔ "تالیہ مراد کو انویسٹی گیٹ کرنا شروع کریں گے۔ حکومتی ذرائع' ایجنسیز سب کو استعمال کرو اور مجھے بتاؤ کہ یہ لڑکی کون ہے' کہاں سے آئی ہے اور اس کا مقصد کیا ہے۔"

"یس میم!"

☆☆☆

ایڈم رہوتان کی پوری بات ختم کر کے چلا گیا تو وہ غمگین سی وہیں صوفے پہ لیٹ گئی۔ سارے دن کی تھکاوٹ کے باوجود نیند آنکھوں سے کوسوں دور تھی۔ کچھ دیر گزری تو چابی سے دروازہ کھلنے کی آواز آئی۔ پھر بھاری قدموں کی چاپ سنائی دی۔

"تالیہ..... تم یقین نہیں کرو گی مجھے تمہارے فاتح صاحب کا کون سا راز معلوم ہوا ہے۔"

داتن نے اندر آتے ہی خوف اور جوش سے بھرے انداز میں اسے پکارا۔ وہ صوفے پہ دائیں کروٹ لیٹی رہی۔ گال کشن پہ رکھے' وہ یہاں سے داتن کو آتے دیکھ سکتی تھی۔

"آریانہ والا راز؟" بس سادگی سے پکارا۔ داتن اثبات میں سر ہلاتی تیز تیز چلتی اس کے سرپہ آکھڑی ہوئی۔

"یار تالیہ..... میں سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ وہ اتنی بڑی بات دنیا سے چھپائے گا۔"

"مگر مجھ سے نہیں چھپائی تھی۔ مجھے سب بتادیا تھا انہوں نے۔" وہ لیٹے لیٹے اداسی سے بولی۔

"خیر..... اگر تم نے معلوم کرلیا ہے تو صوفیہ رحمن بھی کرسکتی ہے۔ ہمیں کوئی کاؤنٹر اسٹریٹجی بنانی ہوگی۔" محض نظریں اٹھا کے داتن کو دیکھتے وہ سوچتے ہوئے کہہ رہی تھی۔ "ویسے تم نے کیسے معلوم کیا؟ وہ کہتے ہیں کہ جب انہوں نے اسے دفن کیا تھا تو وہاں کوئی نہیں تھا۔"

اس کے سرہانے کھڑی داتن بے یقینی سے اسے دیکھنے لگی۔ "دفن؟ کس کو؟" پھر اس کی آنکھیں حیرت سے پھٹ پڑیں۔ "آریانہ مر چکی ہے؟ وہ تو صرف کھوئی تھی۔"

تالیہ کرنٹ کھا کے اٹھ بیٹھی۔ سنہری بال کندھوں پہ بکھر گئے۔

"تم یہی معلوم کر کے آئی تھیں داتن؟ تم یہی بتانے لگی تھیں مجھے؟" اسے احساس ہوا تھا کہ کچھ غلط ہے۔

"نہیں تو۔ مجھے تو تم سے پتا چل رہا ہے کہ وہ مر چکی ہے۔ یا اللہ..... اسے وان فاتح نے خود دفن کیا تھا؟" داتن نے کانوں کو چھوا۔ تالیہ ٹکر ٹکر اس کا چہرہ دیکھے گئی۔

"تو پھر تم مجھے کیا بتانے آئی تھیں؟ آریانہ کا تو ایک ہی راز ہے۔ مجھے فاتح نے خود بتایا تھا۔"

داتن نے افسوس سے اسے دیکھا اور صوفے کے کنارے بیٹھی' پھر پرس نیچے رکھا اور تالیہ کے ہاتھ تھام لیے۔ اس کے سیاہ ہاتھوں میں تالیہ کے سفید ہاتھ ٹھنڈے پڑ رہے تھے۔

"تالیہ..... میری بچی..... کیا تم واقعی وان فاتح کو جانتی ہو؟"

"ہاں..... میں ان کو اچھے سے جانتی ہوں۔"

سنہری بالوں کے ہالے میں اس کا چہرہ زرد پڑ رہا تھا۔ سانس روکے وہ داتن کو دیکھ رہی تھی۔ "اور وہ آریانہ کے متعلق سب سے اہم بات مجھے بتا چکے ہیں۔ پیچھے کچھ باقی نہیں رہتا۔"

داتن نے اس کی آنکھوں میں جھانکتے اس کے ہاتھ دبائے۔ "تمہارے نزدیک وان فاتح کی زندگی کا سب سے بڑا سچ کیا ہے' جس کو کوئی نہیں جھٹلا سکتا؟"

تالیہ کی آنکھوں کے کنارے بھیگے۔ "یہ کہ ان کو اپنی بیٹی آریانہ سے زندگی میں سب سے زیادہ محبت تھی۔"

"اور اگر میں کہوں کہ یہ ایک جھوٹ ہے تو؟"

تالیہ نے تڑپ کے اپنے ہاتھ کھینچے۔ "غلط۔ بالکل غلط۔ ان کو آریانہ سے ہی سب سے زیادہ محبت تھی۔"

"ہاں تالیہ' یہ سچ ہے' اس کو "آریانہ" سے سب سے زیادہ محبت تھی" "اپنی بیٹی" آریانہ سے نہیں۔"

تالیہ مراد اپنی جگہ منجمد ہوگئی۔ برف کے مجسمے کی طرح ساکت اور جامد۔

"آریانہ فاتح کی بیٹی نہیں تھی۔ کیا اس نے تمہیں نہیں بتایا؟"

اس نے دیکھا اپنے اس کے پار سے.....
ایک عجیب منظر جس میں وہ خود بھی تھا
نیم تاریک کال کوٹھری میں ٹھنڈے فرش پہ بیٹھا
اس کے جسم کے انگ انگ میں درد اٹھ رہا تھا
کھڑکی سے چھنتی روشنی کی کرن اس پہ [illegible]
سامنے وہ [illegible] تھی
سنہرے الجھے بالوں کی کس کے پونی والے.....
ملگجا سا سیاہ کرتا پاجامہ پہنے
وہ سر جھکائے اس کے ہاتھ پہ مرہم لگا رہی تھی
گرم زخم پہ ٹھنڈا مرہم اسے اندر تک جلائے دے رہا تھا.....
اک لمحے لڑکی نے آنکھیں اٹھائیں.....
دونوں کی نظریں ملیں..... اور وہ مبہوت رہ گیا.....
وہ اس لڑکی کو پہچانتا تھا۔

☆☆☆

تالیہ مراد کرنٹ کھا کے سیدھی ہوئی اور اپنے سر پہ کھڑی داتن کو بے یقینی سے دیکھا۔

"آریانہ، فاتح کی بیٹی نہیں تھی؟"

"اونہوں۔" داتن نے گردن دائیں بائیں گھمائی اور پھر دھپ سے اس کے ساتھ صوفے پہ آگری۔

"جس بچی کو فاتح اور عصرہ نے بیٹی کی طرح پالا تھا اور جس سے ان دونوں کو بہت محبت ہے' وہ ان کی سگی بیٹی نہیں تھی۔"

"ایں؟ تو پھر وہ کون تھی؟" وہ ہکابکا سی داتن کو دیکھنے لگی۔ ساری نیند فو چکر ہوگئی تھی۔

"یہ تو مجھے نہیں معلوم۔"

"تو باقی کیسے معلوم ہوا؟"

"کیونکہ تم نے مجھے وان فاتح کی فنانشل ٹرانزیکشنز چیک کرنے کے لیے کہا تھا۔ پیسہ کہاں سے آتا ہے اور کہاں جاتا ہے۔ اب پیسے کا روٹ لیانہ صابری سے بہتر کوئی نہیں چیک کرسکتا۔ تو اسی میں مجھے وان فاتح کا ایک خفیہ بینک اکاؤنٹ ملا جس کو وہ زیادہ استعمال نہیں کرتا۔"

"اور؟" وہ دم سادھے سن رہی تھی۔

"دلچسپ بات یہ ہے کہ فاتح ایک زمانے میں اس اکاؤنٹ سے ایک مخصوص رقم ہر ماہ کسی رپورٹر کو بھیجتا تھا۔ رقم کافی زیادہ تھی اور آریانہ کی گمشدگی تک ادائیگی کا سلسلہ چلتا رہا۔ پھر بند ہو گیا۔"

"ظاہر ہے کوئی رپورٹر اسے بلیک میل کر رہا تھا اور میں پہنچ گئی رپورٹر کے پاس۔" داتن فخر سے بتا رہی تھی۔

"اس کی زبان کھلوانا مشکل نہ تھا۔ ویسے بھی آریانہ کی گمشدگی کے بعد اس نے خوف خدا کے ہاتھوں وان فاتح کو بلیک میل کرنا چھوڑ دیا تھا۔"

لاؤنج میں داتن کی آواز کے سوا کوئی آواز نہیں تھی۔ وہ تفاخر سے مسکراتے ہوئے اپنی کارکردگی بتا رہی تھی اور تالیہ دونوں پیر اوپر کر کے بیٹھی بے چینی سے اصل بات سننے کی منتظر تھی۔

"اس رپورٹر کو گزشتہ الیکشن میں صوفیہ رحمٰن کے باپ کے کمپین مینیجر نے وان فاتح پہ Oppo ریسرچ کرنے کے لیے ہائر کیا تھا۔ وہ رپورٹر میری طرح زیرک تھا اور بال کی کھال اتار لیتا تھا۔ میری طرح اس کی تفتیش انتہائی باریک بین اور......"

"تم اپنی یہ تعریفیں بعد میں بھی کر سکتی ہو۔ پہلے کام کی بات کر لیں؟"

داتن نے اسے خفگی سے گھورتے ہوئے ناک سکوڑی۔

"کہتے ہیں، اچھا دوست قسمت سے ملتا ہے اور اگر دوست میرے جیسا......"

"کیا نہ صابری!" اس نے زور سے صوفے کی گدی پہ ہاتھ مارا۔

"رپورٹر۔ کیا معلوم ہوا رپورٹر کو؟"

داتن جلدی جلدی بولنے لگی۔

"جب آریانہ دو سال کی تھی تو وان فاتح نے اس کا برتھ سرٹیفکیٹ بنوانے کے لیے ایک سرکاری افسر کو رشوت دی تھی۔"

"وہ کبھی ناجائز کام کے لیے رشوت نہیں دے سکتے۔ ناممکن۔" وہ نہیں مان سکتی تھی۔

"رپورٹر نے جب سرکاری افسر کا بیان سامنے لا کے رکھا تو فاتح نے سچائی سے اعتراف کر لیا کہ اس نے واقعی برتھ سرٹیفکیٹ کے لیے رشوت دی تھی۔"

"تو اس سے یہ کہاں ثابت ہوتا ہے کہ وہ اس کی بیٹی نہیں ہے۔"

"کیونکہ اس وقت اس بچی کی عمر دو سال تھی اور وان فاتح کی شادی کو صرف ایک سال گزرا تھا۔"

وہ ایک دم چپ ہو گئی۔ "یعنی وہ عصرہ اور فاتح کی بیٹی نہیں ہے مگر ہو سکتا ہے وہ فاتح کی کسی پہلی بیوی یا......"

"رپورٹر کو بھی یہی لگا کہ یہ بچی یا تو کسی خفیہ بیوی سے ہے یا جائز نہیں ہے، مگر جب اس نے فاتح کو بلیک میل کرنا چاہا تو فاتح نے اسے صاف صاف بتا دیا کہ وہ بچی اس کی اپنی نہیں تھی، نہ عصرہ کی تھی۔ اس نے اسے اڈاپٹ کیا تھا۔"

"تو اڈاپٹ شدہ بچی پہ اتنا پردہ ڈالنے کی کیا ضرورت ہے؟ وہ اتنے ماہ اس رپورٹر کو منہ بند کرنے کے لیے پیسے کیوں دیتے رہے؟"

"رپورٹر کا کہنا ہے کہ کچھ تو تھا جس کو وہ چھپانا چاہتا تھا کیونکہ اس نے جیسے ہی فاتح سے کہا کہ وہ صوفیہ کے باپ کو بتا دے گا تو فاتح اس کو پیسے دینے پہ راضی ہو گیا۔ البتہ جب بچی کھو گئی تو انسانیت کے ناتے اس رپورٹر نے فاتح سے رابطہ منقطع کر دیا۔"

"اگر وہ بچی شروع سے اس کے ساتھ تھی تو اس کا مطلب ہے اس نے شادی بھی اس بچی کو کاغذی ماں باپ فراہم کرنے کے لیے کی تھی۔" وہ چونک کے بولی۔

"ایک انٹرویو میں عصرہ نے ہنستے ہوئے بتایا تھا کہ فاتح کو شادی کی جلدی تھی۔"

"اور عصرہ نے اس کی مدد کی۔ وہ دونوں امریکہ میں رہتے تھے تو انہوں نے ہر طرح سے اس بچی کے معاملے کو کور کر کے رکھا۔ ملائیشیا میں لوگ یہی جانتے تھے کہ وہ فاتح اور عصرہ کی بیٹی ہے۔ انہوں نے اس کی عمر ایک سال کم لکھوائی تھی۔"

"اور یہ ال لیگل برتھ سرٹیفکیٹ اس نے امریکہ کے بجائے ملائیشیا میں کیوں بنوایا؟"

"کیونکہ یہاں ناجائز کام زیادہ آسانی سے ہو جاتے ہیں۔"

تالیہ اب ٹھوڑی پہ ہاتھ رکھے چھت کو دیکھتی سوچ رہی تھی۔

"یعنی وان فاتح نے اس بچی آریانہ کے لیے اپنی ساری زندگی بدل کے رکھ دی۔ عصرہ نے بھی اس کا مکمل ساتھ دیا۔ ماننا پڑے گا، وہ اچھی بیوی ہے۔ اس کے لیے اپنے بچوں کا تحفظ سب سے بڑھ کے ہے۔"

(نہ چاہتے ہوئے بھی اعتراف کیا۔)

"تم نے ایک دفعہ بھی میرا شکریہ ادا نہیں کیا، لڑکی۔" داتن پدوکا نے کافی دیر انتظار کے بعد سوچ میں گم تالیہ کو ٹہوکا دیا تو اس نے برا سا منہ بنایا۔

"ابھی تو تم بڑا دوست دوست کا راگ الاپ رہی تھیں۔ دوستوں کو شکریہ اور سوری نہیں کہتے۔"

"مگر کچھ کھانے کے لیے تو کہہ دیتے ہیں نا۔"

وہ خفگی سے اٹھی اور خود ہی کچن کی طرف بڑھ گئی۔ پھر کاؤنٹر کے قریب رکی۔ وہاں کوکو پھل کی ٹوکری اس دن سے ایسے ہی رکھی تھی۔

"یہ ایڈم کیوں بھیجتا ہے تمہارے لیے اتنے ہائی کیلوری تحفے؟"

"وہ نہیں بھیجتا۔"

"پھر کون؟" داتن چونک کے اس کی طرف گھومی۔ وہ ہتھیلیوں پہ چہرہ گرائے سوچ میں گم نظر آ رہی تھی۔

"بتا دوں تو کون سا تم یقین کر لو گی؟"

داتن نے دونوں ہاتھ پہلوؤں پہ رکھے اور بھنویں سکوڑ کے اسے دیکھا۔

"کیا تمہیں ہماری دوستی پہ اتنا بھی یقین نہیں ہے؟"

تالیہ نے گہری سانس لے کر اسے دیکھا۔ "تم یقین نہیں کرو گی۔ کوئی یقین نہیں کرے گا۔"

"تم آزما کے تو دیکھو۔"

تالیہ نے کاؤنٹر کے پار کھڑی متفکر سی داتن کو دیکھا اور مسکرائی۔

"اگر میں کہوں کہ میں نے اڑنا سیکھ لیا ہے؟ یا انسانوں کو ہاتھ کے اشارے سے سانپ، بچھو بنا سکتی ہوں؟ یا جس شے کو چھوؤں اس کو سونا بنا دیتی ہوں۔ تو کر لو گی یقین؟"

"تمہیں اب بھی شک ہے؟"

"اور اگر میں کہوں کہ......" داتن پہ جمی اس کی آنکھیں بھیگیں۔ آواز کپکپائی۔ "کہ میں نے وقت میں سفر کیا ہے؟ میں چھ سو سال پہلے کے ملاکہ کی شہزادی تاشہ ہوں؟ اور میں نے وہاں کے غلام فاتح سے شادی کر لی تھی؟ اس ایک رات میں ایڈم میں اور فاتح چار ماہ قدیم ملاکہ میں گزار آئے ہیں تو یقین کر لو گی؟"

کسی کھلی کھڑکی سے تیز جھونکا آیا اور اس کے چہرے پہ آئے بال پیچھے کو اڑنے لگے۔ اس کی گردن اٹھی تھی اور داتن پہ جمی آنکھیں بھیگی ہوئی تھیں۔

داتن کے ہاتھ پہلو میں آن گرے۔ لب ہلکے سے کھل گئے۔ پھر وہ دھیرے دھیرے قدم اٹھاتی قریب آئی اور میز کے کنارے پہ بیٹھی۔

"تو تم نے چابی کا قفل ڈھونڈ لیا تھا؟ اس کتاب میں لکھا تھا کہ وہ وقت کا دروازہ ہے۔ کیا واقعی وہ؟"

تالیہ نے اثبات میں سر ہلایا۔ آنسو ست روی سے گرنے لگے۔ اس سفر کو یاد کرنا خوف اور تکلیف کو یاد کرنا تھا۔ وہ وقت کی قید، وہ مراد راجہ کا اصلی چہرہ جاننا، وہ جنگل میں ننگے قدموں سفر کرنا — یا اللہ!

"تم نے وقت کا دروازہ پار کر لیا؟ میں نے تمہیں منع کیا تھا مگر تم نے نہیں سنا۔" وہ ایک دم بے بسی سے غصہ ہوئی۔

"وہ کتاب درست کہتی تھی۔ تمہاری گردن کا نشان.... تم پمبورو تھیں۔ شکار باز۔ اوہ تالیہ! تمہیں کیوں لگا میں تمہارا یقین نہیں کروں گی؟"

"کیونکہ میں نے ساری عمر جھوٹ بولے ہیں اور دیکھو وقت نے کیسے میرے ساتھ جھوٹ بول دیا۔ مجھے ایسا سچ تھما دیا جسے کہنے کی ہمت بھی نہیں رہی۔ میں بہت تکلیف میں ہوں، داتن۔" وہ ہموار لہجے میں کہہ رہی تھی البتہ آنسو گرتے جا رہے تھے۔

[illegible] محبت اور [illegible]
[illegible]

"ہم نے بہت [illegible] بہت محبت کی ہے [illegible]"

[illegible] وہ کہہ رہی تھی مگر اس کے آنسو مسلسل بہہ رہے تھے۔ داتن نے دل تھام کے اسے دیکھا۔ اس کا تو جیسے کلیجہ کٹ گیا تھا۔

"مجھے شروع سے بتاؤ کہ اس رات کیا ہوا تھا۔" وہ واقعی تالیہ کے لیے پریشان ہو گئی تھی۔

پھر وہ جو بولنا شروع ہوئی تو صبح تک بولتی رہی۔

کچن کاؤنٹر پہ رکھی چیزوں سے بھری ٹوکری خاموشی سے ان دونوں کو صوفوں پہ بیٹھے باتیں کرتے دیکھتی رہی۔

روشنی پھیلنے لگی تھی جب داتن تیسری دفعہ چائے بنانے اٹھی، پھر رک کر اس کی طرف گھومی۔

"تم آج سے مجھے ہمیشہ اپنے ساتھ پاؤ گی۔ تمہیں تمہاری ہیپی اینڈنگ دلانے کے لیے لیانہ صابری کو جو بھی کرنا پڑے، وہ کرے گی مگر تمہاری امید نہیں ٹوٹنے دے گی۔ تم ابھی بھی بچی ہو تالیہ۔ اور جب انسان اچھا بن جاتا ہے تو اس کے گناہ اس کے پیچھے نہیں آتے۔"

"واقعی داتن؟" اس نے امید اور خوف سے داتن کا ہاتھ تھام کے پوچھا۔ "کسی کو کبھی نہیں علم ہوگا کہ میرا ماضی کیسا تھا؟ اگر میں مستقبل کو اچھے [illegible] تو میرا ماضی اور [illegible] گے۔"

"ہاں، تالیہ۔ تمہارا ماضی کبھی کوئی نہیں [illegible] گا اور نہ ہی تمہارے جرم تمہارے پیچھے آئیں گے۔" داتن نے اسے تسلی دی۔

وہی تسلی جو تالیہ نے تھوڑی دیر پہلے [illegible] کے لیے کہا تھا۔

☆☆☆

اس صبح [illegible] آفس میں وہ لوگ ایک میز کے گرد بیٹھے تھے اور ان کے درمیان ایک فائل رکھی تھی۔ [illegible] پہ تالیہ مراد کی بڑی سی تصویر چسپاں تھی اور [illegible] صفحات پہ اس کی پروفائل تحریر تھی۔

جو شخص تصویر اٹھا کے غور سے دیکھ رہا تھا، وہ ادھیڑ عمر کا سرمئی بالوں والا لمبا مرد تھا۔ آنکھوں پہ سلور فریم کا چشمہ لگائے وہ کشادہ پیشانی اور [illegible] مزاج کا حامل انسان لگتا تھا۔ اس کا نام احمد نظام تھا اور وہ چیف پراسیکیوٹر تھا۔

"تنکو احمد!" سامنے بیٹھا آفیسر رازدارانہ لہجے میں کہنے لگا۔

"یہ تالیہ بنت مراد ہے۔ وان فاتح بن رامزل کی پی آر کمپین منیجر۔ ایک معروف سوشلائیٹ اور چیریٹی ورکر۔ [illegible] اٹارنی جنرل کے آفس سے یہ فائل آپ کو اس لیے بھیجی گئی ہے تاکہ آپ معلوم کریں کہ کیا یہ لڑکی وہی ہے جو یہ خود کو کہتی ہے؟"

سلور بالوں والے پراسیکیوٹر نے تصویر رکھی، عینک اتاری اور آنکھوں کی پتلیاں سکوڑ کے اسے غور سے دیکھا۔

"حکام بالا ایک دم سے ایک عام سی لڑکی میں کیوں دلچسپی لینے لگے ہیں؟"

"کیونکہ وہ ایک دم سے وان فاتح کے گرد نظر آنے لگی ہے۔"

"مگر سیاستدانوں کے گرد تو سارے لوگ ایسے ہی ہوتے ہیں۔ دولت مند Heirs (جانشین)۔ سوشلائیٹ (جانشین)، تاجر، کاروباری لوگ۔ عام

[illegible]

احمد نظام مسکرایا اور پیچھے کو ٹیک لگائی۔

"میں اس آفس میں اتنے عرصے سے کام کر رہا ہوں، اتنے عرصے میں بچے جوان ہو جاتے ہیں۔ میں جب کسی کیس کی ابتدائی فائل دیکھتا ہوں تو مجھے پتا چل جاتا ہے کہ کس کیس میں مجھے [illegible] اور اس کیس میں کچھ بھی نہیں ہے۔ جب کوئی جرم ہوا ہی نہیں تو ایک بے چاری لڑکی کو پریشان کرنے کا کیا فائدہ؟"

"اس فائل میں اس کے ایکس ہزبینڈ کا بیان بھی لکھا ہے جو کہ اس وقت جیل میں ہے۔ اس کا بیان سن کر آپ کی رائے بدل جائے گی۔"

"کتنے لوگ ہیں جو اپنے ایکس کی تعریف کرتے ہیں؟ تو اس (فائل پہ نام پڑھا) تالیہ کے ایکس ہزبینڈ کی رائے کو میں کیسے معتبر مان لوں؟"

سامنے بیٹھے آفیسر نے گہری سانس بھری۔ سرکاری افسر نے بے چینی سے پہلو بدلا۔

"آپ اس کیس کو دو ہفتے کے لیے شامل کر لیں۔ اگر اس میں کچھ نہ ملے تو اسے چھوڑ دیجیے گا۔"

"صاحب اگر مجھے کسی مقام پہ یہ معلوم ہوا کہ..." احمد نظام نے آگے کو جھک کے سنجیدگی سے تنبیہہ کی۔ "یہ کیس صرف ایک سیاسی [illegible] ایکسپڈیشن تھا اور مجھے اس کا حصہ بنایا گیا ہے تو میں اسی وقت استعفیٰ دے دوں گا۔ میں وان فاتح اور سوفیہ رحمٰن ان دونوں سیاست دانوں سے نالاں ہوں۔"

[illegible]

"اس لڑکی نے ابھی تک کوئی جرم نہیں کیا [illegible] اگر وہ [illegible] تک مجھے [illegible] تو میں اس فائل کو بند کر دوں گا۔"

اس کا لہجہ [illegible] اور [illegible] کوئی ڈھیل نہ تھی۔ سرکاری افسر نے [illegible] سے ہاتھ ملایا۔

"میرے خیال میں سر! یہ کیس اتنی جلدی بند نہیں ہوگا۔"

☆☆☆

فیلونیز کے دفتر میں معمول کے مطابق صبح سویرے ہی گھنٹیوں اور آوازوں کا شور گونج رہا تھا۔ سارے کیبن قطار میں بنے تھے اور رپورٹرز، کمپوزرز اور ایڈیٹرز اپنے اپنے کی بورڈ میں سر دیے کام کر رہے تھے۔

ایڈم بن محمد کندھے پہ لیے اسٹریپ والا بیگ اٹھائے آگے بڑھتا جا رہا تھا۔ چیک والی شرٹ اور سادہ انداز میں جمائے بال معمول کے مطابق تھے۔ آج اس نے سوٹ وغیرہ نہیں پہنا تھا۔ اب تو اس کی جاب بچ گئی تھی۔ مگر کیا یہ آگے بھی بچی رہے گی؟ یہی اندیشہ اس کو پریشان کیے ہوئے تھا۔

ایڈیٹر کے کمرے کا دروازہ کھٹکھٹا کے اندر سر نکال کے جھانکا تو وہ کام کرتا دکھائی دے رہا تھا۔ وہی پہلے دن والے تاثرات، ناک پہ گلاسز ناک پہ جمائے۔ چہرہ جھکا ہوا تھا۔ ایڈم نے ٹھوک لگا۔

"سر... میں آ جاؤں؟"

انہوں نے سر اٹھا کے اسے دیکھا تو وہ فوراً اندر آیا اور شروع ہو گیا۔ "سر! میں شرمندہ ہوں کہ اس ہفتے کوئی اسٹوری نہیں دے سکا۔ آپ نے مجھے جاب دی مگر میں آپ کی توقعات پہ پورا نہیں اتر سکا۔ لیکن میں وعدہ کرتا ہوں اگلے ہفتے میں..."

"ایڈم! آؤ آؤ... بیٹھو۔ کب آئے تم؟" ایڈیٹر کے چہرے پہ ایسی خوشی اتری کہ ایڈم کے الفاظ درمیان میں رہ گئے۔ گنگ سا اس کو دیکھنے لگا جو کرسی سے اٹھ کھڑا ہوا تھا۔

"اور اسٹوری کی کیا بات کرتے ہو؟ اتنی دلچسپ خبر ہم نے بریک کی، وہ بھی تمہاری وجہ سے۔ بیٹھو نا۔"

پہلے تو اسے لگا وہ طنز کر رہا ہے مگر ایڈیٹر کی خوش اخلاقی قدرتی تھی۔ ایڈم نے ناسمجھی سے اسے دیکھا۔

"میری کون سی اسٹوری؟ وہ ایکٹرس کے اسکینڈل والی تو آپ نے چھاپی ہی نہیں۔"

ایڈیٹر نے مسکرا کے ہاتھ جھلایا۔ "جانے بھی دو اسے۔ اصل اسٹوری تو تم نے حالم کے خط کے لفافے کے اندر ڈال کے دی تھی۔ وہ تو شکر ہے میں نے وہ لفافہ کھول لیا ورنہ وہ بٹن کیمرہ اور وان فاتح کی ویڈیو تو ردی کی ٹوکری میں چلی جاتی۔ ویسے کیا شاندار ویڈیو لیک کی۔ ہماری ویب سائٹ کے ہٹس ایسے اوپر گئے کہ..."

وہ جوش سے بتا رہا تھا اور ایڈم بن محمد کا چہرہ دھواں دھواں ہو رہا تھا۔

☆☆☆

حالم کے بنگلے تک کا سفر اس نے غصے، صدمے اور بے بسی کی جس حالت میں طے کیا، صرف وہی جانتا تھا۔ گیٹ بند تھا۔ اس نے زور سے گھنٹی بجائی، پھر غصے سے چھوٹا گیٹ پھلانگا اور تیزی سے پورچ میں آیا۔ بند دروازے کو زور سے دھڑ دھڑایا۔

"آرام سے... آرام سے!" داتن نے دروازہ کھولا اور ساتھ ہی برہمی سے اسے ٹوکا، مگر ایڈم کا سرخ چہرہ اور بھنچی ہوئی بھنویں دیکھ کے ٹھہری۔ "تمہیں کیا ہوا؟"

"چے تالیہ کہاں ہیں؟" وہ غرایا۔

"جہاں اس وقت سارے کنگ میکرز ہوتے ہیں۔ اپنے سیاستدانوں کے گرد۔"

وہ تیزی سے مڑا اور گیٹ کی طرف بڑھا تو داتن نے پکارا۔ "تمہارے خیال میں تمہیں کوئی سیاسی پارٹی کے دفتر میں اس اپنی نیوز کے ساتھ گھسنے دے گا؟ مجھے بتاؤ کیا ہوا ہے؟" لہجہ ابھی تک سخت تھا۔

ایڈم واپس گھوما اور چبھتی نظروں سے اسے دیکھا۔

"آف کورس آپ تو جانتی ہی ہوں گی۔ بہرحال چے تالیہ سے کہیے گا مجھے معلوم ہو گیا ہے کہ انہوں نے میرے ذریعے... میرے ذریعے (زور دے کر) فاتح صاحب کی ویڈیو لیک کروائی تھی۔"

"تو؟"

اس نے کندھے اچکائے تو ایڈم نے غصے اور بے بسی سے سانس باہر خارج کی۔

"تو یہ کہ مجھے ان کے فاتح صاحب سے دھوکہ دہی کرنے سے زیادہ اس بات کا افسوس ہے کہ انہوں نے کہا تھا وہ خود کو بدل رہی ہیں۔ اور میں نے یقین کر لیا تھا۔ مگر وہ اب بھی ویسی ہی ہیں۔"

"اکیلی کیوں بدلے وہ؟" داتن نے غراتے ہوئے باہر قدم رکھا تو وہ ٹھہر گیا۔

"تم کیوں نہ بدلو؟ فاتح رامزل کیوں نہ بدلے؟ ساری دنیا کیوں نہ بدلے؟" وہ پورچ پہ قدم قدم اس کے قریب آ رہی تھی۔ بھاری بھرکم داتن نے ہاتھ دونوں پہلوؤں پہ جما رکھے تھے اور غیظ

و غضب سے چہرہ تمتمانے لگا تھا۔

"صرف میری تالیہ کیوں بدلے؟ اس نے تو طے کر لیا ہے کہ وہ اپنے اصل سے نہیں بھاگے گی اور اپنے ٹیلنٹ کو اپنے عزیز لوگوں کے فائدے کے لیے استعمال کرے گی مگر میں پوچھتی ہوں لڑکے تم لوگ کیوں نہ بدلو؟ وان فاتح کیوں مصلحت پسندی کی سیاست چھوڑ کے، اپنی بیوی اور اس کے بھائی کے خوف سے آزاد ہو کے اپنے "اصل" کے ساتھ قدیم ملاکہ والا بے خوف انسان کیوں نہ بنے؟" وہ اسے گھورتے ہوئے قریب آ رہی تھی۔ ایڈم کے تاثرات بدلے۔ قدم قدم پیچھے ہٹنے لگا۔

"اور تم کیوں نہ بدلو؟ کب تک خود ترسی کا شکار ہو کے بے روزگار پھرو گے؟ تم اس ڈنر پہ اسی جگہ کھڑے تھے جہاں عثمان نے کھڑے ہو کر وہ ویڈیو بنائی تھی۔ ہم نے بٹن کیمرے کو چیک کیا تو وہ وائی فائی سے کنیکٹڈ نہیں تھا مگر عثمان کے فون سے ضرور تھا۔ اشعر وغیرہ کے پاس ویڈیو ہو یا نہ ہو، عثمان کے پاس اس کی کاپی ضرور تھی۔ کبھی نہ کبھی اسے لیک ہونا تھا اور تم پہ الزام لگتا۔ مگر جانتے ہو عثمان نے تم پہ الزام کیوں نہیں لگایا؟"

وہ جارحانہ انداز میں آگے بڑھ رہی تھی اور وہ چوکنا سا پیچھے ہٹ رہا تھا۔ دیوار سے کمر ٹکرائی تو رک گیا۔

"کیونکہ تالیہ نے تمہیں وہ ڈھال تھما دی تھی جس کو اٹھائے تم کسی کی خبر لیک کر سکتے ہو، کسی کا راز کھول سکتے ہو، کسی کی جاسوسی کر سکتے ہو۔ تمہیں اس چیز کا لائسنس مل گیا ہے ایڈم۔ اور جانتے ہو وہ ڈھال کیا ہے؟"

"رپورٹر ہونا!" دیوار سے لگا ایڈم دھیرے سے بولا۔ اس کے تنے اعصاب ڈھیلے پڑ چکے تھے۔ "کیونکہ رپورٹر یہ سب کر سکتا ہے۔"

"بالکل، ایڈم بن محمد!" داتن اس کے عین سامنے کھڑی اسے گھور رہی تھی۔ "تمہیں اب امیونٹی مل گئی ہے اور جاب بھی۔ تمہیں کیا لگتا تھا، تمہیں بغیر کسی ڈگری یا قابلیت کے ساتھ تیسرے اخبار میں یونہی جاب مل جائے گی؟ وہ ویڈیو تمہاری ہی دی تھی۔ اسی سے تمہیں عزت ملنے لگی ہے۔ وہ ویڈیو وان فاتح کے گرد سے عثمان جیسے لوگوں کو دور کرنے کا ہتھیار تھی۔ وان فاتح کو آزاد کرنے کی چابی تھی۔ اب کوئی بھی فاتح کی ویڈیو بنانے کی کوشش نہیں کرے گا کیونکہ اس ویڈیو سے اس کو ملنے والی عزت اشعر جیسے لوگوں کی عبرت کے لیے کافی ہے۔ اس لیے آئندہ تالیہ پہ غصہ کرنے کے بجائے اس کا شکریہ ادا کرنے کے لیے یہ گیٹ پھلانگنا بہتر ہوگا۔"

ایڈم پہ گھڑوں پانی پڑ چکا تھا۔

تو یہ طے تھا کہ صرف تالیہ کو نہیں بدلنا تھا۔ اس کے گرد موجود باقی دنیا کو بھی تالیہ کے مطابق خود کو تبدیل کرنا تھا۔ چاہے خوشی سے، چاہے زبردستی۔

"ظاہر ہے، جب میں نے سنا تو مجھے غصہ آیا مگر..." ایڈم نے ہونٹ کاٹتے ہوئے شانے اچکا دیے۔ الفاظ ختم ہو گئے تھے۔ پھر ایک دم وہ چونکا۔

"آپ نے کہا قدیم ملاکہ والا فاتح۔ آپ کو کیسے پتا؟"

داتن نے گہری سانس لی، ہاتھ پہلوؤں میں گرائے اور آنکھیں گھمائیں۔ "ظاہر ہے تالیہ میری بہترین دوست ہے۔ اس نے تمہارے وقت کے سفر کی روداد پہلے دن ہی سنا دی تھی مجھے۔"

"پہلے دن؟" ایڈم نے مشکوک انداز میں ابرو اٹھائی۔

"مطلب دوسرے دن۔"

ایڈم نے دوسری ابرو بھی اٹھائی۔

"مطلب... کل... کل بتایا اس نے۔"

داتن برے موڈ سے بولی تو وہ نہ چاہتے ہوئے بھی مسکرا دیا۔ ماحول سے تلخی خود بخود چھٹنے لگی۔

"تو بالآخر انہوں نے آپ پہ یقین کرنے کا فیصلہ کر ہی لیا۔" اس کے چہرے کی سرخی ابھی تک ختم نہیں ہوئی تھی مگر اب وہ بہتر محسوس کر رہا تھا۔ چیزیں

سیاہ اور سفید نہیں ہوتیں چیزیں اس سے زیادہ پیچیدہ ہوتی ہیں۔

"اس کو بیٹھے سے مجھ پہ یقین تھا۔" اس نے شانے اچکائے مسکراتے ہوئے بچے کا اشارہ کیا۔

☆☆☆

کچھ دیر بعد وہ دونوں لاؤنج سے ملحقہ اوپن کچن میں میز کے گرد بیٹھے تھے۔ ماحول [illegible] اب چائے کی خوشبو میں گھل کے خوشگوار ہو چکی تھی۔ البتہ واشن کے چہرے کے زاویے بدستور اکھڑے اکھڑے سے تھے۔

"آج چائے ٹھیک سے نہیں بنی۔ ضائع ہونے سے بہتر ہے تم پی لو۔ تمہیں اپنے کڑوے رویے کی سزا بھی تو ملنی چاہیے۔"

"آپ مجھے اس چیز کے ساتھ بھی چائے کی پیشکش کر رہی تھیں۔ جس کو ہم اخلاق کہتے ہیں۔"

"میرے اندر [illegible] ہے خوش؟" وہ اسی طرح [illegible] اس کے سامنے چائے کے برتن لگانے لگی۔ "مگر ویسے بھی یہ ادب آداب تمہارے ملک میں چلتے ہوں گے۔ ہم نئے زمانے کے لوگ ہیں۔ [illegible] جنریشن۔"

"تو یہ جالیہ نے سب بتا دیا؟" ایڈم نے [illegible] انداز میں اپنا مگ اٹھایا اور گھونٹ بھرا۔ چائے بے حد خوش ذائقہ تھی۔

"ہاں۔ یہ بھی کہ تم وہاں سورج تھے۔ ہاہاہا۔ تصور کرو۔ سورج۔" وہ طنز سے ہنسی۔ "ویسے مجھے افسوس ہے کہ تمہارا سامان [illegible] گھر سے نہیں نکلا۔"

"سامان؟"

"ہاں۔ جالیہ نے کہا تم نے کچھ چیزیں چھپائی تھیں روزمرہ کی مگر واپس آ کے کھدائی پہ وہ نہیں نکلیں۔ افسوس ہوا۔"

وہ واقعی طنز کر رہی تھی مگر ایڈم سیدھا ہو کے بیٹھ گیا۔

"وہ صرف "چیزیں" نہیں تھیں اور نہ ہی فقط "میں" نے چھپائی تھیں۔ شاید جالیہ شرمندگی سے بچنے کو بات چھپا گئیں۔ وہ پورا خزانے سے بھرا صندوق تھا جو ہم دونوں نے مل کے چھپایا تھا۔"

واشن کے ہاتھ سے چمچ زور سے ٹرے میں آ گرا۔ اس کا منہ کھل گیا۔

"خزانے کا صندوق؟ پورا صندوق؟" اس کے تو چہرے کے طبق روشن ہو گئے۔

"جی ہاں۔ پورا صندوق بھرا تھا ہم نے مگر کوئی ہمارے واپس آنے سے پہلے ہی نکال کے لے گیا۔"

"کون لے گیا؟ کہاں لے گیا؟ تم لوگوں نے کوئی تحقیق بھی نہیں کی؟ یا اللہ پورا صندوق؟" واشن کو ہول اٹھ رہے تھے۔

"سارا گھر کھود لیا۔ کچھ نہیں ملا۔ اب تو میں نے اس پہ فاتحہ بھی پڑھ لی ہے۔" [illegible] دعائیہ انداز میں دونوں ہاتھ چہرے پہ پھیرے۔

"چلو، اٹھو۔ اسی وقت ہم [illegible] جا رہے ہیں۔ اللہ کی پناہ، تم لوگوں نے اپنا خزانہ اتنی آسانی سے کیسے چوری ہونے دیا۔" وہ اسی طرح اسے [illegible] کے اٹھنے کا اشارہ کرنے لگی۔ ایڈم گہرا سانس لے کے [illegible] ہوا۔ چائے کا مگ میز پہ رکھ دیا۔

"مگر خزانہ تو غائب ہو چکا ہے۔ اسے اب کیسے ڈھونڈا جائے؟"

"کبھی اسکول گئے ہو؟ کبھی سائنس کی کتابیں پڑھی ہیں؟ مادے کا پہلا اصول یاد ہے؟"

وہ منہ بنا کے کہنے لگا کہ "اے خاتون" کتابوں تک نہ ہی آئیں تو اچھا ہوگا۔" مگر وہ بولتی جا رہی تھی۔

"مادہ نہ تخلیق ہوتا ہے نہ تباہ ہو سکتا ہے۔ اس کی بس حالت بدل جاتی ہے۔ خزانہ بھی غائب نہیں ہوتا۔ اس کا بس مالک بدل جاتا ہے۔ اور نئے مالک کو ان چیزوں کو بیچنا بھی پڑے گا اور جب وہ بیچے گا تو ہم اس کو ٹریپ کر لیں گے۔ اب راستے میں تم مجھے ہر چیز کی تفصیلی ڈسکرپشن دو گے۔ چلو بھی۔"

وہ مگر کے [illegible] تو ایڈم [illegible] اسے دیکھ کے [illegible]

"[illegible] کتابیں نہ پڑھنے والا طعنہ آپ نے مجھے کیوں [illegible] دیا؟" وہ خفا ہوا۔

"کیونکہ تمہاری جنریشن کے لوگوں کو کتابوں سے الرجی ہے۔ سارا وقت اسکرینوں میں گھسے رہتے ہیں۔ کبھی کتابیں پڑھو تو جانو کہ دنیا کتنی بڑی ہے۔ انسان کتنا گہرا ہے۔" وہ اپنے پرس میں جلدی جلدی [illegible] رکھتے ہوئے کہہ رہی تھی۔ ایڈم نے بھنویں سکیڑ کے اسے دیکھا۔

"ہو سکتا ہے ایڈم نے آپ سے زیادہ کتابیں پڑھی ہوں۔"

واشن نے نظر اٹھا کے اسے دیکھا۔ "میں دس سال [illegible] سب سے بڑی لائبریری میں [illegible] ہوں۔ میں اپنے ساتھ چار کتابیں [illegible] ایک [illegible] سے [illegible] ایک [illegible] کے ساتھ اور ایک [illegible] سے پہلے۔ تم ایک سال میں کتنی کتابیں پڑھ لیتے ہو؟"

ایڈم کا منہ کھل گیا۔ [illegible] سے اسے [illegible] "آپ نے سچ کہا۔ مجھے واقعی کتابوں کے بارے میں کچھ نہیں معلوم۔" [illegible] گہری سانس [illegible] رہ گیا۔

[illegible] کہ دنیا میں ایڈم [illegible] سے زیادہ [illegible] تھے۔

☆☆☆

شام کی اس تقریب سے پہلے وہ [illegible] ایک [illegible] کہ وہ سیدھا تقریب [illegible] جہاں [illegible] اور [illegible] پہلے سے موجود ہوں [illegible] دن بعد [illegible] کہ اس ملاقات میں [illegible] دونوں [illegible] نہ ہو۔

گئے قبل وہ کسی کام سے [illegible] اور [illegible] کھول کے [illegible] [illegible] سے آنکھیں [illegible] کے سامنے گیا۔

"The Evil Queen"

جالیہ نے [illegible] سامنے [illegible] [illegible] تھے۔ [illegible] سے کہنے لگی [illegible] [illegible] ایک [illegible] [illegible] کے ہو گئی۔

[illegible] اس نے [illegible]

[illegible] کرتے تھے مگر [illegible] جاتے تھے [illegible] ایک [illegible] لوگوں کو [illegible] چکر میں [illegible] ایک [illegible] ہے۔ تب [illegible] آسانی [illegible] اسے [illegible] لگے تھے۔

وہ ملکہ کے لوگوں کے لیے [illegible] ایک [illegible] وقت سے اس کے ساتھ [illegible] کر [illegible] شروع کر دی [illegible] صرف اپنی [illegible] کے لوگ [illegible] تھے۔

"مگر اب میں [illegible] نہیں ہوں" [illegible] ملکہ کی [illegible] میں [illegible] کی [illegible]

"میں ایک [illegible] کی [illegible]

نہیں ہوں۔ میں ایک عاجز ورکر ہوں جو فاتح رامزل کے تابع ہے۔ میں یہ سب ان کے ''ساتھ رہنے'' کے لیے کر رہی ہوں اور مجھے اس دنیا میں ''حکومت کرنے کی'' کوئی خواہش نہیں ہے۔ یہ پرچی لکھنے والا غلط ہے۔ وہ نہیں جانتا کہ میں نے کتنی محنت سے خود کو بدلا ہے۔ میں اب وہ شہزادی نہیں ہوں جو قید خانے میں فاتح پہ تشدد کرتے دیکھ کے سپاہیوں پہ چلائی تھی کہ وہ ان کی ہونے والی ملکہ ہے۔ میں بس تالیہ ہوں۔'' پرچی مروڑ کے پرس میں ڈال دی اور سر اٹھایا تو دھات میں اس کا عکس بدلا بدلا سا تھا۔ عکس میں تاج پہنے' کامدار لباس میں ملبوس مسکراتی ہوئی شہزادی تاشہ اس کو دیکھ رہی تھی۔

''پرچی درست کہتی ہے' تالیہ۔ تم اپنے اندر کی طاقت کی ہوس میں ڈوبی شہزادی تاشہ کو خود سے الگ نہیں کر سکتیں۔''

تالیہ نے جلدی سے سر جھٹکا۔ لفٹ کے دروازے کھل گئے اور وہ تیزی سے باہر نکل آئی۔ اسے اپنے اندر کی آوازوں کو ہر صورت دبانا تھا۔

تقریب ایک فارم ہاؤس پہ منعقد کی گئی تھی۔ وسیع لان کے درمیان میں مستطیل سا نیلا تالاب تھا جس میں غبارے تیر رہے تھے۔ تالاب نے لان کو دو حصوں میں تقسیم کر رکھا تھا۔ دونوں اطراف میں مہمان گلاس تھامے' خوش گپیوں میں مصروف ٹہلتے دکھائی دیتے تھے۔

وہ فاتح کے کندھے کے پیچھے تھی۔ آلو بخارے کے رنگ کے متی کوٹ کو سفید اسکرٹ بلاؤز پہ پہنے' بالوں کو درمیان کی سیدھی مانگ نکال کے جوڑے میں باندھے' وہ چوکی اور محتاط نظروں سے اطراف کا جائزہ لے رہی تھی۔

اس کے برعکس اس کا باس پرسکون نظر آ رہا تھا۔ ٹائی ندارد تھی اور سفید شرٹ کے اوپر سرمئی کوٹ پہنے' بالوں کو ماتھے پہ بکھیرے وہ مسکرا کے ہر آنے والے سے مل رہا تھا۔

وہ دونوں گارڈز کے ہمراہ لان کے سرے تک آئے تو سامنے عصرہ اور اشعر منتظر کھڑے تھے۔ عصرہ نے سرمئی اسٹول سر پہ اوڑھ رکھا تھا مگر اس کے باوجود سامنے سے بھورے بال اور موتیوں کا نیکلس دکھائی دیتا تھا۔ وہ فاتح کو دیکھتے ہی مسکرا کے اس کے پہلو میں آ کھڑی ہوئی۔

اشعر بھی ''آبنگ'' کہتا آگے بڑھا اور اس کے آبنگ نے بھی فوراً۔ پُرجوش انداز میں اس کا ہاتھ تھام کے مصافحہ کیا۔ ان دونوں کے درمیان جیسے کچھ ہوا ہی نہیں تھا۔ اب وہ تینوں ایک تکون کی طرح مسکرا کے بات کر رہے تھے اور تین قدم دور کھڑی تالیہ کے لبوں پہ تلخ مسکراہٹ بکھر گئی تھی۔

سیاسی مفاد کے لیے سب کتنے مزے سے اکٹھے ہو جاتے ہیں۔ انسان تو ابھی تک قدیم ملاکہ جیسا تھا۔ وہاں بھی ملکہ یان سوفو اور تالیہ مشترکہ دشمن (مراد راجہ) کے خلاف اکٹھی ہو گئی تھیں۔

اور..... یکدم احساس ہوا کہ عصرہ چبھتی نظروں سے اس کی مسکراہٹ دیکھ رہی ہے تو اس نے چہرہ سیدھا کر لیا۔ عصرہ واپس فاتح کی طرف متوجہ ہو گئی۔

''تھینک یو فاتح!'' وہ تشکر سے کہہ رہی تھی۔ ''یہ کرنے کے لیے۔'' ساتھ ہی کن انکھیوں سے لان کے دوسرے سرے کی طرف اشارہ کیا۔ تالیہ نے چونک کے ادھر دیکھا۔

تالاب نے لان کو دو حصوں میں یوں بانٹا تھا کہ حکومتی ارکان کا جمگھٹا دوسری طرف لگ چکا تھا۔ اور وہاں سب کے درمیان کھڑی صوفیہ رحمٰن نمایاں نظر آ رہی تھی۔

''فیملی کے لیے کچھ بھی۔'' فاتح نے جواباً مسکرا کے شانے اچکائے۔ تالیہ کا ماتھا ٹھنکا۔ اشعر' عصرہ اور فاتح کی مسکراہٹ کچھ کہہ رہی تھی۔

''کچھ ہونے جا رہا ہے' سر؟'' اس نے بے چینی سے پوچھا تو عصرہ نے سرد مسکراہٹ سے اسے دیکھا۔

''اٹس اے فیملی تھنگ' تالیہ!''

''رائٹ!'' تالیہ کی تنی پیشانی ڈھیلی ہو گئی۔ بس

سر کو خم دے دیا۔ اشعر نے بھی محظوظ نظروں سے اسے دیکھا۔

''اب وہ وقت آ گیا ہے جب ہم صوفیہ رحمٰن سے آریانہ کا حساب لیں۔'' اور تالیہ کی طرف سے رخ پھیر لیا۔ وہ جانتا تھا کہ تالیہ کی اگر فائل کھلی تو وہ زیادہ عرصہ تک آفس میں نہیں ٹکے گی۔ اس لیے اسے تالیہ کو پلان سے آگاہ کرنے کی ضرورت نہ تھی۔ وہ آخری ڈنر میں اپنے شادی شدہ ہونے کا بتا چکی تھی اور اشعر کی رہی سہی دلچسپی بھی ختم ہو چکی تھی۔

فاتح اور اشعر ساتھ ساتھ آگے بڑھنے لگے۔

''اب عوام کو کھل کر بتانا بہت ضروری ہے کہ آپ کی قربانی کتنی بڑی تھی۔ لوگوں کو احساس ہونا چاہیے اور.....''

''ایش میں یہ ہمدردی لینے کے لیے نہیں کر رہا بلکہ تمہاری اور عصرہ کی خواہش پہ کر رہا ہوں۔ اگر تمہاری حمایت کی یہ قیمت ہے تو مجھے منظور ہے۔'' وہ دونوں دور ہوتے گئے تو ان کی آوازیں بھی دم توڑ گئی۔ تالیہ کی بے چین نگاہوں نے ان کا تعاقب کیا تو عصرہ کی آواز نے اس کی توجہ ہٹائی۔

''خود کو مت تھکاؤ' تالیہ۔ ہم فاتح کی فیملی ہیں اور ہماری بات وہ کبھی نہیں ٹالتا۔''

طنز سے بولی تو تالیہ زبردستی مسکرائی۔ پھر عصرہ بھی وہاں سے ہٹ گئی اور وہ بھری پارٹی میں اکیلی کھڑی رہ گئی۔

ان کی تکون دور اپنے مہمانوں میں مشغول ہو چکی تھی گویا آج فاتح کو تالیہ کی ضرورت ہی نہ تھی۔

مگر بنداہارا کی بیٹی کو تنہا کھڑے ہونا کب برا لگتا تھا؟ آرام سے ایک مشروب سے بھرا گلاس اٹھایا اور قدم قدم آگے چلنے لگی۔ عقابی نگاہیں تالاب کے دوسری طرف کھڑی صوفیہ رحمٰن پہ جمی تھیں۔

وہ بھورے اسکارف کو چہرے کے گرد لپیٹے' باجو رنگ پہنے' مسکراتے چہرے والی عورت تھی۔ نقش بھیجے مگر خوبصورت تھے۔ گردن یوں تنی تھی گویا سریا لگا ہو مگر چہرے کی میٹھی مسکراہٹ دل لبھاتی تھی۔ شاہانہ انداز میں مسکرا مسکرا کے ساتھ کھڑے افراد سے بات کر رہی تھی۔ یکدم نگاہیں اٹھا کے تالاب کے پار کھڑی تالیہ کو دیکھا۔

دونوں کی نظریں ملیں تو اسے بے اختیار ملکہ یان سوفو یاد آئی۔ کچھ تھا ان دونوں عورتوں میں جو ایک جیسا تھا۔ کچھ ایول کوئن جیسا!

صوفیہ اسے دیکھ کے مسکرائی اور دوبارہ سامنے والے شخص سے گفتگو میں مصروف ہو گئی۔

تالیہ کی نظر ابھی تک اس پہ جمی تھی۔ کچھ تھا جو اسے چبھا تھا۔

(میں نے اس عورت کے ساتھ کبھی کوئی اسکام نہیں کھیلا مگر اس کی یہ اندر تک اترتی نظر..... یہ معنی خیز مسکراہٹ کیسی تھی؟ جیسے کہہ رہی ہو۔ میں تمہیں جانتی ہوں!)

فاتح اپنے اقرباء کے درمیان کھڑا تھا جب عصرہ اشعر کو ایک طرف لے گئی' پھر اس کی کہنی تھامے قدرے بے چینی سے پوچھا۔

''ہم ٹھیک کر رہے ہیں نا' ایش؟''

''آف کورس' کاکا۔ کیا آپ کو صوفیہ سے آریانہ کا بدلہ نہیں لینا؟''

''ہاں مگر..... ہم کسی بے گناہ پہ الزام تو نہیں لگانے جا رہے نا ایش؟'' وہ قدرے ڈسٹرب ہو گئی تھی۔ ''واقعی صوفیہ نے ہی ہماری آریانہ کو غائب کروایا تھا نا؟''

''آف کورس۔ اس کے علاوہ کون ایسا کر سکتا ہے' کاکا؟'' پھر نرمی سے اس کے ہاتھ تھامے اور سمجھانے لگا۔ ''آریانہ ہماری سنو وائٹ تھی اور صوفیہ رحمٰن وہ ظالم ملکہ ہے جس نے ہماری سنو وائٹ کو ہم سے دور کیا ہے۔ صوفیہ رحمٰن ہماری کہانی کی ولن ہے اور ہو سکتا ہے وہ اب بھی جانتی ہو کہ ہماری سنو وائٹ کہاں ہے۔ اس طرح کرنے سے شاید وہ اسے ہمیں لوٹانے پہ مجبور کر دے۔''

''واقعی' ایش؟'' وہ نم آنکھوں سے مسکرائی۔ ''وہ ہمیں واپس مل جائے گی نا؟ ہماری سنو وائٹ؟ ہاں

مجھے یاد ہے تم اسے یہ کہتے تھے۔ سنو وائٹ۔" ایک آنسو مسکارا لگی آنکھوں سے ٹوٹ کے گرا اور گال پہ بہہ گیا۔

"وہ فیری ٹیلز میں جیتی تھی اور خود بھی فیری ٹیل ہی بن گئی۔"

"کاکا میرے تم سے اور آبنگ سے لاکھ اختلاف اور لڑائی جھگڑے ہو جاتے ہیں، میں جانتا ہوں، مگر ایک بات میں اللہ کو گواہ بنا کے کہتا ہوں کہ مجھے آریانہ سے بہت محبت تھی۔ اور اب اس ظالم ملکہ کے حساب دینے کا وقت آ گیا ہے۔" وہ اسے ٹھوس لہجے میں یقین دلا رہا تھا۔ اس کی آنکھوں میں اتنا یقین تھا کہ عصرہ کے سارے خدشے دور ہونے لگے۔ وہ نم آنکھوں سے مسکرا دی۔

تالاب کے پار کھڑی صوفیہ رحمن نے گلاس کا آخری گھونٹ بھرا اور پھر خالی گلاس کو دیکھا۔ پھر ایک دم نظریں تالیہ کی طرف اٹھائیں۔ وہ ابھی تک اسی کو دیکھے جا رہی تھی۔ دونوں کے بیچ تالاب حائل تھا۔

صوفیہ نے مسکرا کے خالی گلاس کی طرف اشارہ کیا۔ ملکہ کو مشروب درکار تھا۔ تالیہ مراد نے سر کو مسکرا کے اثبات میں جنبش دی اور آگے بڑھ گئی۔

چند لمحے بعد وہ ایک بھرا ہوا گلاس لیے صوفیہ کے قریب جا رہی تھی۔ اس کی چال متوازن اور گردن اعتماد سے اٹھی تھی۔ اسے معلوم تھا صوفیہ اس سے ملنا چاہتی ہے اور ایسا ہی ہوا۔ وہ قریب آئی تو صوفیہ کے گرد سے (ہدایت کے مطابق) لوگ چھٹنے لگ گئے۔

اب وہ دونوں ایک دوسرے کے مقابل تنہا کھڑی تھیں۔

"یانگ امت بر حرمت!" (معزز ترین) تالیہ نے ادب سے گلاس پیش کیا۔ گردن جھکائی مگر نظریں اٹھائے رکھیں۔

یہ اس نے ایک غلام سے سیکھا تھا۔

یانگ امت بر حرمت (وزیراعظم کا لقب) نے ہیروں کی انگوٹھیوں سے مزین ہاتھ سے گلاس تھاما اور محظوظ مسکراہٹ سے اسے دیکھا۔

"تو تم میرے کلاس فیلو کی نئی چیف آف اسٹاف ہو۔ ویسے اس کی بیوی تم سے خوش نہیں لگتی، ہے نا؟"

وہ جانتی تھی کہ صوفیہ اس کے اور فاتح کے درمیان کسی "تعلق" کی طرف اشارہ کر رہی تھی اور ایسے الزامات پہ عقلمند لوگ دفاع نہیں کرتے۔

"ان کی بیوی تو خود ان سے بھی خوش نہیں لگتی۔ جیسے آپ کی والدہ آپ کے والد سے خوش نہیں لگتی تھیں۔"

صوفیہ کے چہرے پہ برہمی کی جگہ ہنسی در آئی۔ وہ ہلکا سا ہنسی۔

"بہادر ہو۔ بولڈ بھی۔ بی این کو تمہارے جیسے لوگوں کی ضرورت ہے۔" مسکرا کے گھونٹ بھرا۔

"وہ کیا ہے یانگ امت بر حرمت کہ مجھے ملکاؤں اور سلاطین کی آنکھوں میں دیکھ کے بات کرنے کی عادت ہے، مگر ان کا ادب ملحوظ خاطر رہتا ہے۔ آپ کو کوئی اور چیز لا دوں؟ آپ نے فرائیڈ ونگز چکھے؟ میں نے آپ کے انٹرویو میں پڑھا تھا کہ وہ آپ کے فیورٹ ہیں۔" ادب اور شائستگی سے پوچھا۔ بھورے اسکارف والی شاہانہ سی عورت کی مسکراہٹ گہری ہوئی۔

"تمہارے انداز سے لگتا ہے تم کسی اعلیٰ خاندان سے ہو۔ وان فاتح کو تم جیسے لوگوں کی بہت ضرورت ہے۔"

"بالکل۔ کیونکہ وان فاتح کے دشمن بھی بہت خاندانی ہیں۔"

"آہ تالیہ....." ملکہ نے گھونٹ بھرتے ہوئے شانے اچکائے۔ "میں اس کی دشمن نہیں ہوں۔ میں اس کی کمپیٹیٹر ہوں۔ مگر بدقسمتی یہ ہے کہ وہ ایسا نہیں سمجھتا۔"

"سیاست میں تو دونوں ایک ہوتے ہیں یانگ امت بر حرمت!"

"غلط۔ دشمن وہ ہوتا ہے جو ذاتی دشمنی پہ اتر جائے۔ میں کبھی ذاتی دشمنی پہ نہیں اتری۔ میں نے

اس مقابلے کو ہمیشہ ڈگنیفائیڈ رکھا ہے مگر بے چارہ میرا کلاس فیلو۔ وہ ہمیشہ مجھ سے بدگمان رہتا ہے۔" افسوس سے چچ کیا۔

"ڈگنیفائیڈ۔" تالیہ نے دبی دبی برہمی سے ابرو اٹھائے۔

"گستاخی معاف وزیراعظم صاحبہ، مگر اس ڈگنیفائیڈ مقابلے کا کولیٹرل ڈیمج ان کی سات سال کی معصوم بچی بن گئی تھی۔ کبھی فرصت سے سوچیے گا۔ وہ اگر آپ کو اس کا قصوروار پبلک میں ٹھہرانے لگیں تو کچھ غلط نہیں کریں گے۔" جو اسے اشعر اور فاتح کا ارادہ لگ رہا تھا، وہ بے دھیانی میں بول بھی گئی تو صوفیہ رحمن چونکی۔ تیزی سے تالاب کے پار دیکھا جہاں فاتح اور اشعر مسکرا کے لوگوں سے بات چیت میں مگن تھے۔

"تو اس لیے وہ اس پارٹی میں آیا ہے؟ تاکہ بھری محفل میں مجھے اپنی بیٹی کا مجرم کہہ سکے۔ میں بھی کہوں اس نے یہ دعوت کیوں قبول کی؟ ناؤ آئی گیٹ اٹ!"

تالیہ نے کچھ کہنا چاہا تو صوفیہ نے رعب سے ایک ہاتھ اٹھا دیا۔ وہ چپ ہو گئی۔

"ہے تالیہ....." وہ اب سنجیدگی سے اس کی طرف متوجہ ہوئی۔ "اسے جو کہنا ہے، میں اسے کہنے دوں گی۔ اچھا ہے وہ اتنے سالوں کی بھڑاس نکال لے، مگر جب آریانہ کے کھونے کے بعد میں اس کے گھر افسوس کے لیے آئی تھی تو اس نے مجھ سے بڑی خفگی سے باہر نکل جانے کو کہا تھا کیونکہ وہ مجھ سے کوئی سخت بات نہیں کہنا چاہتا تھا۔ میں نے اس وقت بھی اسے کہا تھا کہ فاتح، جو دل میں ہے کہہ دو تاکہ میں وضاحت دے سکوں مگر وہ اتنے گرم دماغ کا ہے کہ توجیہات نہیں سن سکتا تو آج تم اس کو میرا ایک پیغام دے دینا۔"

کچھ تھا اس برف کی ملکہ کے لہجے میں جو تالیہ مراد کی ہڈیوں کا خون منجمد کر رہا تھا۔ وہ بنا پلک جھپکے صوفیہ کو بولتے دیکھ رہی تھی۔

"اسے کہنا کہ صوفیہ بنت رحمن کے حکومت کرنے کے اصول تم سے مختلف ہیں۔ میرے اخلاقیات بھی مختلف ہیں۔ اس کی نظر میں، میں کرپٹ ہوں تو ٹھیک ہوں۔ مگر میں جو کرپشن کرتی ہوں، ڈنکے کی چوٹ پہ کرتی ہوں۔ میں اس بے وقوف اور ناشکری عوام کو جتنی سہولیات دے رہی ہوں، وہ ان کے لیے بہت ہیں۔ جو کچھ میں اس کے علاوہ کروں، اس کے لیے میں کسی کو جواب دہ نہیں ہوں مگر میں تین بیٹیوں کی ماں ہوں۔ میرا اصول تو ایسا نہیں ہے کہ میں کسی کی بچی کو نقصان پہنچاؤں۔

اگر مجھے آریانہ کے ذریعے ہرٹ کرنا ہوتا تو میرے ایک اشارے پہ میری کیبنٹ لوگوں کو بتا دیتی کہ آریانہ اس کی بیٹی ہی نہیں ہے، مگر میں نے کبھی اس پہ آریانہ کے حوالے سے کیچڑ نہیں اچھالا کیونکہ میں ایک ماں بھی ہوں اور ایک خاندانی عورت بھی۔ اور اس کو یہ بھی کہہ دینا کہ آج اگر اس نے پبلک میں مجھے قاتل یا اغوا کار کہا تو وہ اس حد کو عبور کرے گا جو ہمارے "مقابلے" کو مہذب رکھے ہوئے ہے۔ اس کے بعد میں آریانہ کی ولدیت کو اس کے خلاف جس طرح بھی استعمال کروں، نتائج کا ذمہ دار وہ خود ہوگا۔"

چبا چبا کے بولتی وہ ماتھے پہ بل لیے آگے بڑھ گئی اور تالیہ مراد سُن سی وہاں کھڑی رہ گئی۔ گلاس اس کے ہاتھ میں گویا پتھر کا بن گیا۔

اس نے ایک عمر اتنے جھوٹ بولے تھے کہ اسے سچ اور جھوٹ کی تفریق آ گئی تھی اور ایک بات وہ جانتی تھی۔

یہ عورت جھوٹ نہیں بول رہی تھی۔ آریانہ کو صوفیہ نے نہیں مروایا تھا۔ تو پھر کس نے؟

اور اگر فاتح اس پہ الزام لگا دے اور بعد میں وہ غلط ثابت ہو جائے تو؟ یا اللہ!

وہ تیزی سے تالاب کے اوپر بنے پل کی طرف لپکی۔

اسے فاتح بن رامزل کو اپنے پیروں پہ کلہاڑا

مارنے سے وہ کتراتا تھا۔ اسے فاتح کو غلط فیصلے سے بچانا تھا۔

اسی لیے اس نے یہ جواب عثمان سے مجلس کے حاصل کی تھی تاکہ وہ فاتح کو وہ سب یاد کروا سکے جو ان دونوں نے قدیم ملاکہ میں سیکھا تھا اور جو وہ بھول چکا ہے۔ اس میں سے ایک تھے فاتح کا اپنی بیوی اور اس کے بھائی کے قتل سے آزاد ہونا تھا۔۔۔

تالاب کے پل پہ ایک دم مہمانوں کا ہجوم بڑھ گیا تھا۔ بہت سے لوگ دوسری طرف جانا چاہ رہے تھے جہاں فاتح مطمئن سا کھڑا رپورٹرز سے بات کر رہا تھا جو اپنے مائیک اس کے چہرے کے سامنے کیے ہوئے تھے۔ ایک غیر رسمی سی پریس بریفنگ کا ماحول بن گیا تھا۔ اس کے دائیں بائیں اشعر اور صمرہ کھڑے تھے۔

"سر فاتح آپ کو کافی عرصے بعد وزیراعظم صاحبہ کے ساتھ ایک میچ کھیلتے دیکھا ہے۔" ایک رپورٹر تیزی سے پوچھ رہا تھا۔ فاتح نے مسکرا کے اوپر آسمان کو دیکھا۔ اور پھر واپس رپورٹر کو۔ "میچ؟ یہ بسی؟"

ہجوم میں قہقہہ سنائی دیا تھا۔

"مجھے ایک ہی لان کے اوپر دیکھا جا رہا ہے آپ دونوں کو۔ کیا آپ کے درمیان مفاہمت کی کوئی امید ہے؟"

لوگ سست روی سے آگے بڑھ رہے تھے۔ وہ کسی کو دھکا نہیں دے سکتی تھی۔ بس تیزی سے ایکسکیوزمی ایکسکیوزمی کہتی راستہ بنا رہی تھی۔ کوئی اسے آگے نہیں جانے دے رہا تھا۔

اسے لگتا تھا سارے راستے بند ہو گئے ہوں۔

اسے لگتا تھا وہ قدیم ملاکہ میں ہو اور غلام فاتح کی بولی سن پا رہی ہو۔ اور وہ بے بسی سے ہاتھوں میں زنجیریں پہنے غلام کو آزاد کرنے کے لیے تڑپ رہی ہو۔۔۔ رش تھا کہ ختم ہی نہیں ہو رہا تھا۔۔۔

"مفاہمت؟" فاتح نے سنجیدگی سے ابرو اٹھائی۔ "اس خاتون کے ساتھ مفاہمت جس کی وجہ سے۔۔۔" وہ سانس لینے کو رکا۔

تالیہ لوگوں کو ادھر ادھر ہٹاتی تیزی سے آگے آئی۔ وہ سامنے ہی ہجوم میں گھرا کھڑا تھا۔ تالیہ نے بے بسی سے اسے دیکھ کے نفی میں اشارہ کیا۔

(پلیز نہیں!) بنا آواز کے لب ہلائے۔ لمحے بھر کو اسے لگا کہ فاتح اس کو دیکھ رہا ہے مگر نہیں۔ کیمروں کی فلیش لائٹس کی چکاچوند نے اسے تالیہ کا منت بھرا چہرہ نہیں دیکھنے دیا تھا۔

"اس خاتون کے ساتھ مفاہمت جس کی وجہ سے میری بیٹی مجھ سے چھن گئی؟ جنہوں نے مجھے اپنے اتحاد میں شامل نہ ہونے کی صورت میں سنگین نتائج کی دھمکی سرعام دی تھی؟ مفاہمت میں کچھ لو اور دو ہوتا ہے جناب۔ صوفیہ رحمن مجھے کیا دے سکتی ہیں؟ کیا وہ مجھے میری بیٹی واپس کر سکتی ہیں؟ کیا وہ آریانہ کو لوٹا سکتی ہیں؟" وہ سنجیدگی سے مجمعے کو دیکھ کے پوچھ رہا تھا۔

ایک دم سارے میں سناٹا ہو گیا۔ دبی دبی سرگوشیاں پہلی دفعہ پکار رہی تھیں۔ اتنے سال بعد پہلی دفعہ وان فاتح نے صوفیہ رحمن کو اپنی بیٹی کا مجرم کہا تھا۔

لوگ دم سادھے کھڑے تھے۔ تالیہ بھی اپنی جگہ پہ نڈھال سی رک گئی۔ پھر مڑ کے تالاب کے پار دیکھا۔ وہاں صوفیہ رحمن عجلت میں محفل چھوڑ کے جا رہی تھی۔ اس کے مصاحب اس کے ساتھ تھے۔ امن و امان کی صورت حال کو برقرار رکھنے کے لیے ضروری تھا کہ اب وہ خاموشی سے وہاں سے چلی جائے۔

"اور چونکہ وہ آریانہ کو نہیں لوٹا سکتیں تو آپ لوگوں کو مفاہمت کی باتیں نہیں پوچھنی چاہئیں۔" وہ مائیک میں سنجیدگی اور دکھ سے کہتا شخص ایک باپ لگ رہا تھا۔ اس کی آنکھوں میں بہت ضبط کے باوجود تکلیف دکھائی دے رہی تھی۔

کتنے ہی لوگوں نے دل پہ ہاتھ رکھ لیے تھے۔

اتنے سال جو شخص اپنی بیٹی کے مجرموں کو نامزد کرنے کے بجائے خاموش رہا، آج اس نے خاموشی توڑ دی تھی۔ بہت سی گردنیں مڑیں اور وہاں

سے نکلتی صوفیہ رحمن کو گلہ آمیز اور غصیلی نظروں سے دیکھا گیا۔ ملامت، چبھن اور حقارت بھری نظروں نے وزیراعظم کا دور تک پیچھا کیا تھا۔

صوفیہ نے باہر جاتے ہوئے اپنے چیف آف اسٹاف سے سرگوشی کی۔ "فاتح کا ملازم درست کہہ رہا تھا۔ یہ کوئی عام لڑکی نہیں ہے۔ اس کی کھوج لگاؤ۔ وان فاتح کو گرانے کے لیے یہی لڑکی کافی ہو گی۔"

☆☆☆

واپسی پہ اشعر ڈرائیو کر رہا تھا اور وہ خاموش سی آگے بیٹھی تھی۔ فاتح اور صمرہ پچھلی سیٹ پہ براجمان تھے اور دونوں مطمئن سے اس پریس بریفنگ کو ڈسکس کر رہے تھے۔

"بالآخر ہم نے اپنی خاموشی کو توڑ دیا اور صوفیہ رحمن کو بے نقاب کر دیا۔ ٹھینک یو فاتح۔" صمرہ ممنون تھی۔ جیسے اس کے دل کو ٹھنڈک پہنچی ہو۔

"ہاں۔ کبھی نہ کبھی تو اس سے حساب لینا تھا۔ آج کیوں نہیں؟" وہ بھی بالکل مطمئن تھا۔ یہ کہہ کے کھڑکی سے باہر دیکھنے لگا۔ کار میں خاموشی چھا گئی۔ تالیہ نے ایک نظر بیک ویو مرر میں دکھائی دیتے میاں بیوی کو دیکھا۔

کتنا بورنگ کپل تھا۔ یہ ان کی فیملی کے لیے ایک بڑا موقع تھا جب وہ اپنی دانست میں اپنی بیٹی کا بدلہ لینے جا رہے تھے مگر اس کے بعد بھی یہ دونوں ایک دوسرے سے کتنے بے نیاز تھے۔

"آج آپ سے وزیراعظم صاحبہ کیا کہہ رہی تھیں، مس تالیہ؟" اشعر نے ڈرائیو کرتے ہوئے محظوظ انداز میں پوچھا۔ تالیہ نے ایک سپاٹ نظر اس پہ ڈالی۔

"وہ مجھ سے کیوں کچھ کہیں گی؟ میں ایک عام سی ورکر ہوں، اشعر صاحب۔ نہ میں آپ کی فیملی ہوں، نہ ہی کوئی سیاستدان۔ میرے جیسی ایک ادنیٰ کارکن سے وزیراعظم صاحبہ کیا بات کریں گی بھلا؟"

وہ ایک دم پھٹ پڑی۔

"کوئی مسئلہ ہے تاشہ؟" فاتح نے سنجیدگی سے [illegible] پوچھا۔ [illegible] تھا اور [illegible] کر سکی۔

"مسئلہ یہ ہے سر کہ آپ نے صوفیہ رحمن کو آریانہ کا [illegible] کیونکہ آپ کی بچی کے ساتھ [illegible] تھا۔"

اشعر نے تیزی سے گاڑی [illegible]

"واٹ؟" اشعر تو غصے سے [illegible] صمرہ کا منہ کھل گیا اور فاتح [illegible] اچھنبے سے [illegible]

"کیا۔ صوفیہ رحمن آریانہ کی قاتل نہیں ہے۔" وہ رات [illegible] سارے [illegible] آج [illegible] گئے تھے۔

"قاتل؟" کار میں خاموشی چھائی تو صمرہ کی بے یقین آواز سنائی دی۔ اشعر بھی [illegible] رہ گیا۔

"قاتل، اشعر نے قاتل کیوں کہا؟" صمرہ بے قراری سے آگے ہوئی۔ اس کی بے یقین آنکھیں گلابی پڑنے لگی تھیں۔ تالیہ نے ایک [illegible] نگاہ اس پہ ڈالی۔

"یہ سوال آپ اپنے شوہر سے کیوں نہیں پوچھتیں جو ہر کام آپ کے مشورے سے کرتے ہیں؟ کیا آپ نے کبھی وہ خون آلود [illegible] دیکھے جو ان کے دانت میں ہوتے تھے؟ جو ان کو آریانہ کی لاش کے پاس سے پہاڑوں میں ملے تھے؟ اگر آپ واقعی ایک فیملی ہیں تو پبلک میں اپنی بچی کا معاملہ اچھالنے کے بجائے پہلے آپ کو اپنے گھر والوں کو بتانا چاہیے تھا فاتح صاحب، کہ آپ کو آریانہ ملی تھی اور آپ جانتے ہیں کہ اس کی قبر کہاں ہے۔ جیسے آپ نے مجھے جنگل میں اس رات بتایا تھا۔" وہ غراتے ہوئے کہہ رہی تھی۔ اس کے سارے جسم میں

آگ سی بھر گئی تھی۔
"اور میں... میں اب آپ کے ساتھ کام نہیں کرنا چاہتی۔ میں ریزائن کر رہی ہوں۔ میں ایک شہزادی ہوں' کسی کی باڈی ڈبل نہیں۔ چلے کیوں نہیں جاتے تم سب میری زندگی سے؟ تم مجھ سے زیادہ بڑے جھوٹے اور چور ہو۔"
غصے سے چلاتے ہوئے اسے اپنے ہاتھوں میں پہنی ہیروں سے مزین انگوٹھیاں نظر آنے لگیں۔ سر پہ ہاتھ رکھا تو وہاں تاج سجا تھا۔ اور نیچے وہ سرخ ریشمی کامدار لباس پہنے تھی...... چند لمحے کے لیے وہ شہزادی تاشہ بن گئی تھی۔
یا شاید...... بننا چاہتی تھی......
"وزیر اعظم صاحبہ آپ سے کیا کہہ رہی تھیں تالیہ؟"
اشعر کی آواز نے کوئی صور سا پھونکا۔ وہ بری طرح چونکی۔
ساری آوازیں دم توڑ گئیں۔ اس نے چونک کے خود کو دیکھا۔ (اوہ شکر۔ میں نے یہ ساری بکواس حقیقت میں نہیں کی۔)
کار میں سکون تھا۔ وہ دونوں میاں بیوی اپنے اپنے فونز پہ لگے تھے۔ اور اشعر اس سے صوفیہ سے بات چیت کے بارے میں پوچھ رہا تھا۔ تالیہ نے گہری سانس لی اور سر جھٹکا۔
"کچھ خاص نہیں۔ بس باریسن نیشنل کے مردوں پہ تبصرہ کر رہی تھیں۔ یو نو اے بورنگ پرائم منسٹر!"
اسٹاپ آ گیا تو وہ لاک کھولنے لگی۔ پھر گردن موڑ کے ان دونوں کو دیکھا جن کو خیال ہی خیال میں بہت کچھ سنا دیا تھا۔ جبراً مسکرائی اور ادب سے سلام کر کے باہر نکل گئی۔ (میں شہزادی تاشہ نہیں ہوں جو ان کو کھری کھری سنا دوں۔ میں تالیہ ہوں اور تالیہ ایک تابع دار لڑکی ہے۔)
کار زن سے آگے بڑھ گئی اور تالیہ بیگ کندھے سے لٹکائے بس اسٹاپ کے بینچ کی جانب بڑھ گئی۔
باریک ہیل کی ٹک ٹک اسے کندھے کے پیچھے سے سنائی دی تو اس نے اکتا کے کہا۔ "میرے پیچھے مت آؤ۔ مجھ سے دور رہو۔"
بس اسٹاپ پہ رات پھیلی تھی۔ اسٹریٹ پولز روشن تھے۔ سڑک کنارے چھپر تلے بینچ بنے تھے۔ وہ بینچ کی طرف بڑھ گئی مگر وہ تعاقب کار کے جوتے قریب آتے محسوس کر سکتی تھی۔ یکدم تیورا کے گھومی اور غصے سے اسے دیکھا۔
"کہا نا' مجھ سے دور رہو۔ میں تمہارے جیسا بننا افورڈ نہیں کر سکتی۔"
سامنے کھڑی لڑکی ٹھہر کے اسے دیکھنے لگی۔
اندھیرے فٹ پاتھ پہ وہ دونوں آمنے سامنے کھڑی تھیں۔ ایک اسکرٹ بلاؤز اور سادہ جوڑے والی جھنجھلائی ہوئی سی تالیہ تھی' اور سامنے...... پیروں تک آتا سرخ کام دار لباس پہنے' گھنگریالے' سنہرے بال کندھوں پہ ڈالے' سر پہ تاج سجائے' شہزادی تاشہ تھی۔
"تم مجھے خود سے الگ نہیں کر سکتیں' تالیہ۔"
شہزادی کے انداز میں استہزا تھا۔
"یو نو' مجھے پتا ہے تم یہاں نہیں ہو۔" وہ رکھائی سے کہہ کے بنچ پہ بیٹھی اور جھک کے جوتے اتارنے لگی۔ ہیلز سے پیر درد کرنے لگے تھے۔
"ظاہر ہے میں یہاں نہیں ہوں۔" شہزادی نے کندھے اچکائے۔ "میں تمہارے اندر کی شہزادی ہوں جسے تم ان لوگوں کے سامنے دباتے دباتے تھک گئی ہو۔ تمہارا لاشعور جو تم سے بات کرنا چاہتا ہے اور جسے تم مزید نظر انداز نہیں کر سکتیں۔"
وہ جوتے اتار کے سیدھی ہوئی اور تکان سے شہزادی کو سر سے پیر تک دیکھا۔
"سیریسلی؟ میرا دماغ کتنا امیجنیٹو ہو چلا ہے۔" پھر حسرت بھری سانس خارج کی۔ "تم شہزادی ہو اور میں اب تم نہیں ہوں۔"
"میں صرف شہزادی نہیں تھی۔ میں ملاکہ کی ملکہ

بے دلی تھی جب تم مجھے واپس اس نئے زمانے میں لے آئی تھیں۔" وہ تمکنت سے بولی تو تالیہ نے سر افسوس سے جھٹکا۔
"کسی نے آج میری آفس سیٹ پہ ایک چٹ رکھی تھی جس پہ لکھا تھا، دی ایول کوئین۔ ملکہ بد۔" اور تالیہ نے سر جھٹکا۔
"ملکہ تو تم تب بنتیں جب تم ملاکہ میں رہتیں۔ مگر تم...... تم نے اس خود غرض انسان کی باڈی ڈبل بننا پسند کیا۔"
"پلیز...... مائنڈ یو!" تالیہ نے ناراضی سے سر اٹھا کے شہزادی کو دیکھا تھا۔ اس کے اندر کی شہزادی اس کے سامنے برہم برہم سی کھڑی تھی اور وہ اتنی پر تمکنت تھی کہ اس سے پھوٹتی روشنیاں نگاہوں کو خیرہ کر رہی تھیں۔ بس اسٹاپ کے بینچ پہ رات کے نیم اندھیرے میں بیٹھی تالیہ کے لیے اس شہزادی سے پیچھا چھڑانا مشکل ہوتا جا رہا تھا۔
"تمہیں کیا بات تکلیف دے رہی ہے' تالیہ؟"
شہزادی افسوس سے اسے دیکھ رہی تھی۔
"میں ان کے لیے کوئی اہمیت نہیں رکھتی۔"
باڈی ڈبل نے بے چارگی سے کندھے اچکائے۔
"میں ان کے لیے سونے سے بھرے صندوق ہر دور میں لائی۔ حکمران کو ہمیشہ دوسرے لوگ خرید کے لے جاتے ہیں۔"
"تم اس کی بیوی ہو۔ تم ان لوگوں کو اس کی زندگی سے نکال کے کیوں نہیں پھینک دیتیں؟"
شہزادی رعب سے گرجی۔
"اوہ پلیز!" اس نے اکتا کے سر جھٹکا۔ "میں کوئی ولن' کوئی ہوم ریکر نہیں ہوں۔ نہ بن سکتی ہوں۔ میں نے ایک عمر یتیم خانوں اور فوسٹر فیملیز کے درمیان کاٹی ہے۔ میں کبھی کسی کے گھر کو نہیں توڑ سکتی۔"
"تالیہ اس مسئلے کا کوئی اور حل نہیں ہے۔ تمہیں عصرہ کو اس کی زندگی سے نوچ کے نکالنا ہو گا۔ صرف تب تم اس کے لیے اہم بنو گی۔"
"اونہوں۔" سادہ باڈی ڈبل نے گردن دائیں بائیں ہلائی۔
"میں استعفیٰ دے دوں گی۔ ان کی زندگی سے چلی جاؤں گی۔"
"اف تالیہ۔" شہزادی نے دانت پیستے ہوئے پیر پٹخا۔ "اتنی مشکل سے تم ادھر تک پہنچی ہو۔ یہ سب گنوا دو گی؟"
"میں تھک گئی ہوں اس کے قریب رہتے رہتے۔"
"تم عصرہ سے جیلس ہو رہی ہو۔"
"ہاں میں جیلس ہو رہی ہوں۔ سب ہی ہوتے ہیں۔" بینچ سے ٹیک لگائے' بازو سینے پہ لپیٹے وہ خالی سڑک کو دیکھ کے تلخی سے کہنے لگی۔
"کوئی کسی کی دولت سے' کوئی کسی کے بچوں سے' کوئی کسی کے لائف پارٹنر سے۔ مگر میں کوئی غلط کام نہیں کروں گی۔ میں نے بہت مشکل سے...... بہت بہت مشکل سے سچ بولنا سیکھا ہے۔ میں اب کوئی بد دیانتی نہیں کر سکتی۔"
پھر بے بسی سے بند مٹھی سینے پہ رکھی۔
"میرا دل زخمی ہوتا جا رہا ہے۔ ہر گزرتے دن تکلیف بڑھتی جا رہی ہے۔ میں اس کے ساتھ کیا وعدہ مزید نہیں نبھا سکتی۔ میں اس کے ساتھ اب نہیں رہوں گی کیوں کہ اس کو اپنی بیوی کے ساتھ دیکھنا مجھ سے برداشت نہیں ہو رہا۔ میں کل استعفیٰ دے دوں گی۔"
"مگر......"
تالیہ نے زور سے ہاتھ جھلایا جیسے ہوا کے ناگوار جھونکے کو دور ہٹایا ہو۔ شہزادی غائب ہو گئی۔ اس کی آوازیں آنا بھی بند ہو گئیں۔
بس آ گئی تو اس نے ہاتھوں میں سینڈل اٹھا لیے اور ننگے پیر بس کی طرف بڑھ گئی۔ اس کے شعور اور لاشعور میں چلتی لڑائی ٹھنڈی ہو چکی تھی۔ ایک طرف جیت چکی تھی اور دوسری طرف اس نے فی الوقت پسپائی اختیار کر لی تھی۔

ئی الوقت!

☆☆☆

جدید ملاکہ کے اس بازار میں صبح ہو چکی تھی اور اشیائے طعام کی دکانیں کھل چکی تھیں۔ سن باؤ کی سرخ حویلی کے سامنے ایک ریستوران کے باہر بچھی میز کے گرد داتن اور ایڈم بیٹھے تھے۔

فجر کے وقت کی بارش کے باعث سڑک ابھی تک گیلی تھی۔ دھوپ ٹھیک سے نکلی ہی نہیں تھی اور صبح ٹھنڈی سی چھایا جیسی تھی۔

ان دونوں کے سامنے بھاپ اڑاتے چائے کے مگ رکھے تھے۔ داتن عینک لگائے نوٹ پیڈ پہ قلم چلا رہی تھی اور ایڈم ٹیک لگا کے ست سا بیٹھا اس کو دیکھ رہا تھا۔

''دو دن میں آپ نے سن باؤ کی ساری حویلی چھان ماری مگر کوئی نتیجہ نہیں نکلا۔''

''یعنی کسی نے خزانہ بہت پہلے نکال لیا ہے اور بڑی مہارت سے نکالا ہے۔ اب اس ''کسی'' کا سراغ لگانا ہوگا۔'' داتن ابھی تک پرعزم تھی۔ ایڈم نے جمائی لی۔

''ہمیں واپس آئے ایک مہینہ ہوا ہے تو خزانہ اس سے پہلے کس نے نکالا ہوگا؟''

''اُف ایڈم۔ تم نے کبھی زندگی میں کچھ پڑھا لکھا نہیں ہے؟ سوائے تمہاری اس بنگارا یا ملایو کے جو مجھے یقین ہے تم نے پیسے دے کر کسی سے لکھوائی ہوگی۔'' عینک کے اوپر سے اسے گھورتے ہوئے بولی تو ایڈم نے مٹھیاں سختی سے بھینچ لیں اور جبراً مسکرایا۔

''جی بالکل... مجھے کیا معلوم کتابوں کا؟ میں تو غالباً آپ کو ان پڑھ لگتا ہوں نا۔''

''تم اب ان پڑھ بھی نہیں لگتے۔'' فیاضی سے کندھے اچکائے۔

''پھر کیا لگتا ہوں؟''

''زیادہ سے زیادہ آٹھویں فیل!'' اور واپس نوٹ پیڈ پہ جھک گئی۔

ایڈم نے بہت سارا غصہ اندر اتارا اور تحمل سے پوچھا۔

''فہرست مکمل ہوگئی'' ہمارے ''خزانے کی؟''

''اے لڑکے... اگر اس خزانے کو میں نے ڈھونڈ لیا تو اس میں میرا حصہ بھی ہوگا۔''

''آپ نے ڈھونڈ لیا تو پھر ہمیں تو ویسے ہی کچھ نہیں ملنا۔'' وہ مگ اٹھاتے ہوئے بڑبڑایا۔ (سو شیاطین مرے ہوں گے تو ان خاتون نے جنم لیا ہوگا۔)

''مجھے پتا ہے تم اس وقت دل ہی دل میں مجھے شیاطین سے تشبیہ دے رہے ہوگے۔'' وہ کاغذ پہ جھکے بڑبڑائی تو ایڈم نے معصوم شکل بنا کے پوچھا۔

''آپ کے خیال میں صرف شیاطین سے؟'' اور پلکیں جھپکائیں۔ داتن نے سیاہ آنکھیں اٹھا کے اسے گھورا پھر جواب کسی اور وقت کے لیے سنبھال کے نوٹ پیڈ سامنے کیا۔

''یہ دیکھو۔ فہرست مکمل ہے یا کچھ اور رہ گیا ہے؟''

ایڈم نے مگ رکھا اور نوٹ پیڈ اٹھا کے تمام چیزیں گننے لگا۔ اس کا حافظہ بہترین تھا۔ اسے ایک ایک شے یاد تھی۔

''شریفہ کے خطوط رہ گئے۔ میں نے شروع میں اس کا نام لیا تھا شاید آپ نے سنا نہیں۔ کیونکہ آپ اس وقت اپنی تعریفوں میں مصروف تھیں۔'' ساتھ ہی وہ کاغذ پہ آخری شے کا نام لکھنے لگا۔

''شریفہ کون؟''

''شریفہ بنتِ جابر۔ ہماری کنیز تھی محل میں۔'' پھر رکا۔ ''ٹیکنیکلی بے تالیہ اور ان کے ولن باپ کی کنیز تھی، میں تو خیر سیلی میں وہاں گیا تھا اور......''

داتن نے زور سے نوٹ پیڈ کھینچا اور بے یقینی سے تحریر پڑھی۔ اس کی آنکھیں پھیل گئی تھیں۔ قلم ایڈم کے ہاتھ میں رہ گیا۔ وہ ہونقوں کی طرح اسے دیکھنے لگا۔

''ڈونٹ ٹیل می... شریفہ بنتِ جابر کے خطوط؟'' داتن کا چہرہ سرخ ہونے لگا۔ ''وہ پانچ

خطوط جو اس نے نوح کے ......

اف ایڈم! اف!'' اس نے ماتھے کو چھوا۔

''ہاں مگر آپ کو کیسے معلوم؟'' اس کا منہ کھل گیا۔

داتن نے زور سے صفحہ پیڈ سے الگ کیا اور اس کے چار ٹکڑے کیے پھر بے بسی بھرے غصے سے اسے دیکھا۔

''مجھے معلوم ہے تمہارا خزانہ کہاں گیا ہے۔ اور مجھے کیا سارے ملائیشیا کو معلوم ہے۔''

''ایں؟ کہاں؟''

''اف ایڈم۔ تم کتابیں نہیں پڑھتے کیا؟'' داتن نے افسوس سے اسے دیکھا تھا۔

☆☆☆

صبح کی کرنیں کے ایل پہ پھیلیں تو تالیہ کے کمرے کی کھڑکی سے روشنی اندر جھانکنے لگی مگر وہ ست سی لحاف اوڑھے لیٹی رہی۔ اس کا بیک سائیڈ ٹیبل پہ دھرا تھا جس کے اوپر اس کا تازہ ٹائپ شدہ استعفیٰ رکھا تھا۔ اور چونکہ آج اس نے استعفیٰ جمع کروانے جانا تھا' سو صبح صبح جانے کی ضرورت نہیں تھی۔ آرام سے جائے گی' اور جاب چھوڑ آئے گی۔

فاتح سے ملاقات نہ ہی ہو تو اچھا ہے۔ (ناراضی سے سوچا۔) اتنی محنت اور مغز ماری کیوں کرے اس شخص کے لیے جو اسے کچھ سمجھتا ہی نہیں؟ اس آفس کے لیے جہاں لوگ اسے ایول کوئن سے تشبیہ دیتے ہیں؟ ہونہہ!

فون کی گھنٹی زور سے بجی تو اس نے موبائل اٹھایا۔ امید تھی کہ ایڈم یا داتن ہوں گے۔ جو نہ جانے کس شے کی تلاش میں ملاکہ گئے ہوئے تھے۔ وہ اتنی مصروف تھی کہ ان سے تفصیلی بات ہی نہیں ہو سکی تھی۔ مگر وہ داتن یا ایڈم کی کال نہیں تھی۔

اشعر کالنگ۔ (یہ آج مجھ سے کچھ سنے گا۔) اس نے دانت پیسے اور فون کان سے لگایا۔

''جی اشعر صاحب؟''

وہ جواب میں برہمی سے شروع ہوگیا۔ ''کیا آپ نے ایمان بنت موسیٰ نامی لڑکی کو ہائر کیا تھا؟''

''جی مگر تمام قانونی تقاضے پورے کر کے ہائر کیا تھا۔ ڈونٹ وری کوئی ہمیں ---- (سو) نہیں کرے گا۔''

''اور آپ نے اسے کیوں نکالا؟''

''کیونکہ میرے پاس ٹھوس وجوہات تھیں اشعر صاحب۔'' وہ سخت بے زار ہوئی۔

''اور سب سے بڑی وجہ کیا تھی؟''

ایک دم اس کے اندر کل شام سے بھری فرسٹریشن ابل ابل کے باہر چھلکنے لگی۔

''کیونکہ قدیم ملاکہ میں جب شہزادیاں تخت سنبھالتی تھیں تو کسی درباری کی گردن ضرور قلم کرواتی تھیں تاکہ سارے شہر کو معلوم ہو جائے کہ نیا باس کون ہے۔'' چبا چبا کے بولی۔

''تو پھر آپ کے لیے بری خبر یہ ہے تالیہ کہ یہ قدیم ملاکہ نہیں ہے۔ جانتی ہیں ان دونوں زمانوں میں کیا فرق ہے؟''

''آپ بتادیں۔'' وہ بے زاری سے اٹھ بیٹھی تھی۔

''قدیم ملاکہ میں...'' وہ چبا چبا کے بولا۔ ''ٹوئیٹر نہیں تھا۔''

تالیہ کی ساری تلخی اور کوفت اڑن چھو ہوگئی۔ ایک جھٹکے سے وہ سیدھی ہوئی۔

''ایمان موسیٰ نے کیا کیا ہے؟ کوئی ٹوئیٹ؟''

''بات اب ٹوئیٹ سے آگے نکل چکی ہے۔ آفس آئیں۔ ہم اس وقت آپ کی وجہ سے کرائسز میں ہیں کیونکہ یہ قدیم ملاکہ نہیں ہے جہاں گردن اڑانے پہ درباری چپ چاپ مرجاتے تھے۔ یہاں لوگ ٹوئیٹ کر دیتے ہیں۔''

کال منقطع ہوئی تو تالیہ نے بے چینی سے موبائل نیچے کیا اور ٹوئیٹر کھولا۔

ایمان موسیٰ کی ٹوئٹ سامنے تھی۔

اور وہ ٹوئٹ... وہ لرزہ خیز تھی۔

یا اللہ... وہ لحاف پھینکتی تیزی سے بستر سے اتری۔

باقی آئندہ ماہ ان شاء اللہ